چہرے کا پردہ

فہرست مضامین

تمہید

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے دو سلسلے جاری فرمائے۔ ان میں سے ایک کلامِ الٰہی کا سلسلہ ہے جس کا اختتام قرآن مجید کی صورت میں ہوا اور دوسرا سلسلہ انبیاء و رُسل کا ہے جس کی انتہا ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمدﷺ پر ہوئی۔ انبیاء کی بعثت اور کتبِ سماویہ کے نزول کا واحد مقصد نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی ہے' تاکہ اللہ کے بندے اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے تابع کرتے ہوئے اس دنیا میں زندگی گزاریں۔ ان احکاماتِ الٰہیہ کا ایک بڑا حصہ حیا اور مکارم اخلاق سے متعلق رہنمائی پر مشتمل ہے۔ یہ حیا ہی ہے جسے اللہ کے رسولﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور یہ ایک حکمِ شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کا خاصہ بھی ہے۔

اگر انسانوں نے جانوروں کی طرح اپنی فطرت کو مسخ کر لیا ہو تو الگ بات ہے ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان باحیا ہونے کے ساتھ ساتھ باکردار بھی ہوتا ہے۔ اسلام میں ستر و حجاب کے احکامات اسی فطری حیا کا حصہ ہیں۔

اس کتاب میں ہمارے پیشِ نظر وہ متجددین ہیں جو علماء کے شذوذات سے استدلال کرتے ہوئے چہرے کے پردے کو واجب یا مستحب تو کجا بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک شاید ہی کسی معروف عالم نے چہرے کے پردے کے بارے میں ایسا فلسفہ وفکر پیش کیا ہو جس سے اس کے استحباب کی بھی نفی ہوتی ہو۔

ذیل میں ہم اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے سے پہلے چہرے کے پردے کے بارے میں علمائے اسلام کے اس اختلاف کا جائزہ لیتے ہیں جس سے عموماً منکرین حجاب اپنی تحقیق میں صرف نظر کرتے ہیں۔

چہرے کے پردے کے بارے میں علماء اسلام کا موقف

چہرے کے پردے پر بحث کرنے سے پہلے اس بحث کی حدود کا تعین کرنا ضروری ہے کہ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق کس حد تک ہے اور اصل اختلاف کہاں ہے۔ مسئلۂ ہٰذا کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات ہمارے قارئین کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس مسئلے میں اہل سنّت کے تمام فقہاء اور علماء کا درج ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

۱) نبی اکرمﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے اجنبیوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب تھا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصصن به ۔ ای زوجاته۔ فهو فرض علیهن بلا خلاف فی الوجه و الکفین فلا یجوز بهن کشف ذلك[1]

۲) ماسوا چہرہ اور ہاتھوں کے' سارے جسم کو ڈھانپنا تمام علماء کے ہاں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ مثلاً کلائی' سر کے بال'

گردن اور سینہ وغیرہ سب علماء کے نزدیک ستر میں داخل ہیں۔علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

و اتفقوا علی أن شعر الحرة و جسمها حاشا وجهها و یدها عورة و اختلفوا فی الوجه و الیدین حتی أظفارهما أ عورة هی أم لا[۲]

اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے بال اور اس کا سارا جسم سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے'اس کا ستر ہے۔اور علماء نے عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں حتی کے اس ناخنوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بھی عورت کا ستر ہیں یا نہیں؟

۳) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر چہرے اور ہاتھوں میں زینت ہو تو ایسی صورت میں ان دونوں کا چھپانا بھی واجب ہے۔مثلاً چہرے پر میک اپ کیا ہو یا ہاتھوں میں سونا وغیرہ پہنا ہو۔

۴) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا فتنے کی صورت میں واجب ہوگا۔

۵) پس علماء کے درمیان محل اختلاف چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں بشرطیکہ ان میں زینت نہ ہو اور ان کے ظاہر کرنے میں کسی قسم کے فتنے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے یا مستحب؟ جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے وہ چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں اور جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے وہ چہرے کے پردے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

۶) علمائے اہل سنّت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔علماء کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں' یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں۔ جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق ہے تو تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کم از کم چہرے کا پردہ مستحب ہے'ماسوائے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں'انہی متجددین کے لیے ہم نے اپنی اس کتاب کے لیے منکرین حجاب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

۷) مذاہب اربعہ کے متبعین'جمہور علماءِ متأخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاً واجب ہے۔عصر حاضر میں علامہ البانی نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شدّ و مد کے ساتھ پیش کیا۔اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانی کے دَور کے اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانی کے ہی بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔جہاں تک علامہ البانی کی بات ہے تو ہم ان کو اس حدیث ((اذا حکم الحاکم ثم اصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجر))[۳] کے مصداق کے طور پر معذور اور عند اللہ ماٴجور سمجھتے ہیں' لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانی یا دیگر علمائے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی اندھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علمائے سلف اور علامہ البانی کے نزدیک چہرے کا پردہ مستحب ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں:

نلفّت نظر النساء المؤمنات الی ان کشف الوجه و ان کان جائزا فستره افضل [٤]

''ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے لیکن اس کا ڈھانپنا افضل ہے''۔

آگے جا کر فرماتے ہیں:

فبینا ما یجب علی المرأة و ما یحسن بها' من التزم الواجب فبها و نعمت'و من اخذ بالاحسن فهو افضل وهذا هو الذی التزمته عملیا مع زوجی' و ارجوالله تعالی ان یوفقنی لمثله مع بناتی حین یبلغن [٥]

''پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا مستحسن ہے۔ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر ہے' اور جس نے احسن کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی توفیق دے جب وہ جوان ہو جائیں''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فمن حجب ذلك ای الوجه و الکفین ایضا منهن' فذلك ما نستحبه و ندعو الیه [٦]

''جس نے ان دونوں یعنی چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ویقابل هؤلاء طائفة اخری یرون ان ستره بدعة و تنطع فی الدین' کما قد بلغنا عن بعض من یتمسك بما ثبت فی السنة فی بعض البلاد اللبنانیة ' فإلی هؤلاء الاخوان و غیرهم نسوق الکلمة التالیة لیعلم ان ستر الوجه و الکفین له اصل فی السنة' وقد کان معهودا فی زمنهﷺ. . . . [٧]

''اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے۔ جیسا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض علاقوں کے رہنے والے حاملین سنّت نے بھی ایسی بات کہی ہے۔ ہم اپنے ان بھائیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن و سنّت میں موجود ہے اور اللہ کے رسولﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانپتی تھیں......''

اس کے بعد علامہ البانی نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق "حجاب المرأة المسلمة" کے صفحات ٤٧ تا ٥٣ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

علامہ البانی کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان درج ذیل ہے:

الرد المفحم 'علی من خالف العلماء و تشدد وتعصب' و ألزم المرأة بستر وجهها و كفيها و أوجب ولم يقتنع بقولهم :انه سنة و مستحب

اس شخص کا منہ توڑ جواب کہ جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا اور اس نے علماء کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا سنت اور مستحب ہے۔

۸)مستحب یا سنت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں اب سنن ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے۔بعض منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے لیکن وہ اس کے داعی نہیں بنتے جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایک تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں دوسرا وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔حالانکہ یہ منکرین حجاب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو' نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔اصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبا غير حتم (۸)

مندوب یا مستحب سے مراد وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلّف سے مطالبہ کیا ہو لیکن اسے لازم قرار نہ دیا۔

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے کہ جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہو یعنی اگر اسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔

۹) عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جو خواتین پردہ کرتی ہیں وہ چہرے کے ساتھ ساتھ اپنے سارے بدن کو بھی ڈھانپتی ہیں جبکہ چہرے کا پردہ نہ کرنے والی خواتین چہرے کے ساتھ ساتھ سر کے بال' گردن' سینے کا کچھ حصہ اور بازو وغیرہ بھی کھلے رکھتی ہیں۔یہ ایسے اعضاء ہیں جن کے ڈھانپنے پر علماء کا اجماع ہے۔واقعہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں اگر کوئی چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتا ہے تو اس معنی میں' جس کو علامہ البانی کی مذکورہ بالا عبارات واضح کر رہی ہیں۔جبکہ منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بعض سلف صالحین کی طرح چہرے کے پردے کے استحباب اور افضلیت کے قائل نہیں ہیں اور علامہ البانی کی طرح اپنی زوجہ محترمہ اور بیٹیوں کے لیے چہرے کا پردہ پسند نہیں کرتے لیکن اپنی تحریروں اور تقاریر میں جا بجا علامہ البانیؒ اور سلف صالحین کے حوالے دیتے ہیں۔

۱۰)چہرے کے پردے کے بارے میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ عورت کے لیے غیر محرموں اپنا چہرہ چھپانا شرعاً واجب ہے۔جہاں تک عورت کے ہاتھوں اور پاؤں کا معاملہ ہے تو پاؤں کے بارے میں تو ہمارا مؤقف وہی ہے جو عورت کے چہرے کے بارے میں ہے یعنی عورت کے لیے اجنبی مردوں سے اپنے پاؤں چھپانا بھی شرعاً واجب ہے جیسا کہ علامہ ابن حزمؒ نے اس پر علماء کا اجماع بھی نقل کیا ہے۔رہا کسی عورت کے ہاتھوں کا مسئلہ' تو اس بارے

میں ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو چھپانا واجب نہیں ہے یہ "الا ما ظهر منها" میں داخل ہیں' ہاں بعض حالات میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کا چھپانا ''سدا للذریعة'' واجب ہوسکتا ہے۔

اسی طرح نماز اور احرام کی حالت میں عورت کے لیے اصل حکم اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے لیکن ضرورت کے تحت یا فتنے کے اندیشے سے ان دونوں حالتوں میں بھی اس کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے۔

ماہنامہ 'اشراق' اگست ۲۰۰۵ء میں 'چہرے کا پردہ' کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا۔مضمون نگار چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل تھے جس پر راقم الحروف کی طرف سے ماہنامہ 'حکمت قرآن' میں آٹھ اقساط میں ایک بھرپور علمی و تحقیقی نقد شائع ہوا۔ہمارے اس طویل مضمون کے تعاقب میں ماہنامہ 'اشراق' میں مزید سات اقساط اس موضوع پر شائع ہوئیں بعد ازاں راقم الحروف نے ماہنامہ 'اشراق' میں شائع شدہ ان سات اقساط کو سامنے رکھتے ہوئے اس موضوع پر ایک ایسی کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا کہ جس میں چہرے کے پردے کے واجب ہونے کے بارے میں کتاب وسنت سے مثبت استدلال کے ساتھ ساتھ اب تک اٹھائے جانے والے شبہات کا ایک علمی محاکمہ پیش کیا جائے۔حجاب کو بدعت کہنے والے ہوں یا تہذیبی روایت' سب کے استدلال کا منبع و مصدر اس موضوع پر علامہ البانیؒ کی کتب ہیں اس لیے ہم نے اس کتاب میں علامہ البانیؒ کی طرف سے پیش گئے دلائل کا بھی ایک علمی جائزہ لیا ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے میں دو موقف موجود ہیں بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ واجب ہے جبکہ بعض فقہاء اس کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی روشنی میں قوی اور راجح ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء وفقہاء کو بھی 'عند اللہ ماجور' سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد کر کے قرآن وسنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے۔لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے کہ جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت کہا گیا ہو اور جو نام نہاد سکالرز چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے 'أضله الله على علم' اللہ تعالی نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

چہرے کے پردے کے بارے میں دلائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے۔سب سے پہلے ہم قرآنی دلائل' پھر احادیثِ صحیحہ' پھر آثارِ صحابہ' پھر علمائے سلف صالحین کے اقوال اور آخر میں تواترِ عملی کے دلائل پیش کریں گے۔



باب اول
چہرے کا پردہ: آیات قرآنیہ کی روشنی میں

فصل اول

آیت جلباب

چہرے کے پردے کے وجوب پر پہلی قرآنی دلیل سورۃ احزاب کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ﴾ (الاحزاب:۵۹)

''اے نبیﷺ! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو' کہ وہ اپنے جلباب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اُوپر لٹکا لیا کریں۔ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے''۔

مسلمان عورتوں اور ازواج مطہرات کے حجاب کا فرق کیوں؟

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس حجاب کا حکم ازواج مطہرات کو دیا جا رہا ہے اسی حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کو دیا جا رہا ہے' اور ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ

''تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے حجاب میں چہرے کا پردہ واجب تھا''۔

قابل تعجب بات تو یہ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی آیت مبارکہ سے اور ایک ہی صیغہ "یدنین علیهن من جلابیبهن" سے ازواج مطہرات کے لیے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہو اور عام مسلمان عورتوں کے لیے مستحب' اگر ازاواج مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہے تو تمام مسلمان عورتوں کے لیے بھی واجب ہو گا اگر ازواج مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کے پردے کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو سب مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ مستحب ہو گا۔

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کا خیال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں چہرے کے پردے کا ذکر ہی نہیں ہے اور جلباب عربوں کے ہاں چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہی نہیں ہوتا تھا۔ہمارے خیال میں یہ مؤقف قطعاً غلط ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱)۔جلباب مع الادناء کا مفہوم:

''جلباب مع الادناء'' سے مراد تمام بدن کے ساتھ ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے جبکہ اس کے برعکس منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اپنے مقالہ جات میں لمبی چوڑی لغوی بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''چہرے کو ڈھانپنا جلباب کے مقصد میں قطعی شامل نہیں ہے''۔ہم ان علماء سے یہی گزارش کریں گے کہ وہ معاجم لغویہ کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کا بھی مطالعہ فرما لیں تا کہ جلباب کے لغوی معنی کے بالمقابل اس کے شرعی معنوں سے بھی ان کو واقفیت حاصل ہو جائے' مثلاً زکوۃ' صلاۃ' صوم' حج' اعتکاف وغیرہ کا جو لغوی معنی ہے وہی اس کا شرعی معنی

نہیں ہے بلکہ ان الفاظ سے اللہ تعالی کی جو مراد ہے وہ لغت کی کسی کتاب سے نہیں ملے گی وہ مراد ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث سے ملے گی۔ کسی بھی لغت کی کتاب میں یہ نہیں ملے گا کہ قرآن میں موجود لفظ صلاۃ کا مفہوم یہ ہے کہ ان اوقات میں اتنی رکعات کچھ متعین ہیئات اور الفاظ کے ساتھ ادا کی جائیں۔ بلکہ صلاۃ کا یہ مفہوم ہمیں احادیث سے ملتا ہے اسی طرح قرآن کے ہر لفظ کو سمجھنے کے لیے لغت کی کتابوں سے پہلے احادیث کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ احادیث میں وہ لفظ کن معانی میں اللہ کے رسول ﷺ یا صحابہ کرام نے استعمال کیا ہے کیونکہ قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ صحابہ کرام کی زبان ہے نہ کہ لسان العرب' مقاییس اللغۃ' کتاب العین' القاموس المحیط' تاج العروس اور صحاح کی زبان میں' اس لیے جب ہم جلباب کے معانی متعین کرنے کے لیے احادیث مبارکہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلباب کے معنوں میں بدن کے علاوہ چہرے کو ڈھانپنا بھی شامل ہے اور جلباب انہی معنوں میں عہد نبوی ﷺ میں معروف تھا۔ اس کی دلیل بخاری کی درج ذیل روایت ہے جس میں واقعہ افک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ صفوان بن معطلؓ کے بارے میں فرماتی ہیں :

> فعرفنی حین رآنی و کان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی' فخمرت وجهی بجلبابی' و فی روایة "فسترت وجهی عنه بجلبابی" [۹]
>
> ''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہوگئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپا لیا''۔

بخاری کی اس نص کے بعد لغت کی کتابوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ جلباب چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا' ایک لا حاصل اور لا یعنی تحقیق ہے۔ کیونکہ اصولِ تفسیر کا پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ الفاظ قرآنیہ کے اصطلاحی اور شرعی معنوں کی تعیین کے لیے احادیث مبارکہ کو لغت' عقل اور ادب جاہلی وغیرہ جیسے دوسرے اصول تفاسیر پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہؓ کے بقول جلباب عہد نبوی میں چہرے کے ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا' اور حضرت عائشہؓ امام راغب' ابن منظور الافریقی' ابن فارس' امام خلیل' علامہ جوہری اور علامہ زمخشری وغیرہ سے زیادہ عربی زبان کو جاننے والی تھیں۔

بعض منکرین حجاب' فسترت وجهی عنه بجلبابی '' کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ حدیث تو ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ''بجلبابی'' کا قرینہ اس کے عموم کو ثابت کر رہا ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے لفظ ''جلباب'' استعمال کیا جس کا ذکر صرف اسی آیت مبارکہ میں ہے۔ اور یہ آیت صرف ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے' جیسا کہ اس کے الفاظ ''وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲)۔ ''یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ'' اور مفسرین کی آراء:

تقریباً تمام متقدمین اور متاخرین مفسرین نے ''جلباب مع الادناء'' سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔ ان مفسرین

میں بعض فقہاء بھی ہیں جیسے امام طبری' امام ابوبکر جصاص' امام ابن العربی' امام قرطبی وغیرہ اور بعض لغت کے امام ہیں جیسے ابوزکریا الفراء' علامہ زمخشری وغیرہ۔ اس لیے ان مفسرین کی آراء کو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ صرف مفسرین کی آراء ہیں بلکہ یہ ان جلیل القدر مفسرین کی آراء ہیں کہ جن میں بہت سے اگر فقیہ ہیں تو بعض لغت کے امام بھی ہیں بعض محدث ہیں تو بعض درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔

۱) تفسیر طبری' امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' المتوفی ۳۱۰ھ۔

﴿یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

لا تتشبهن بالاماء فی لباسهن اذا هن خرجن من بيوتهن لحاجتهن' فكشفن شعورهن ووجوههن ولكن ليدنين عليهن من جلابيبهن لئلا يعرض لهن فاسق' اذا علم انهن حرائر باذى من قول(۱۰)

''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں' بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں''۔

یہ ابن جریر طبری کی اپنی رائے ہے اس کے بعد ابن جریر طبری نے اس بارے میں علماء کے اقوال نقل کیے ہیں جن کو ہم یہاں نہیں بیان کر رہے کیونکہ ہمارا یہاں پر اصل مقصد ابن جریر طبری کی رائے بیان کرنا ہے کہ انھوں نے اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا ہے اور وہ اس عبارت میں بالکل واضح طور پر بیان ہوگئی ہے۔

۲) معانی القرآن' ابوزکریا یحیٰی بن زیاد الفراء' المتوفی ۲۰۷ھ

معانی القرآن میں ہے:

والجلباب الرداء حدثنا ابوالعباس' قال حدثنا محمد قال حدثنا الفراء قال حدثنی يحيى بن المهلب ابوكدينة عن ابن عون عن ابن سيرين فی قوله ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ هكذا : قال تغطی احدى عينيها وجبهتها والشق الآخر الا العين(۱۱)

''جلباب سے مراد چادر ہے۔ ہم سے ابوالعباس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام فراء نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے یحیٰی بن مہلب نے بیان کیا' وہ ابن عون سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین نے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے''۔

۳) احکام القرآن' ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص' المتوفی ۳۷۰ھ

تفسیر جصاص میں ہے:

قال ابوبکر فی هذه الآية دلالة على ان المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبيين ......وفيها دلالة على ان الامة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لان قوله تعالى ﴿وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ظاهره انه اراد الحرائر(۱۲)

''ابوبکر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے......اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی پر اپنے چہرے اور بالوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے ظاہری طور پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہاں مراد آزاد مسلمان عورتیں ہیں''۔

۴) تفسیر بغوی، ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی، المتوفی ۵۱۶ھ

امام بغوی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ جمع الجلباب وهو الملاءة التى تشتمل به المرأة فوق الدرع والخمار وقال ابن عباس وابوعبيدة امر نساء المؤمنين ان يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب الا عينا واحدة ليعلم انهن حرائر(۱۳)

''جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور ابن عباس اور ابوعبیدہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں''۔

۵) الکشاف، ابوالقاسم جار اللہ محمد بن عمر الزمخشری الخوارزمی، المتوفی ۵۳۸ھ

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ومعنى ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ يرخينها عليهن ويغطين بها وجوههن واعطافهن يقال اذازل الثوب عن وجه المراة ادنى ثوبك على وجهك---فان قلت ما معنى (من)فى (من جلابيبهن)قلت هو للتبعيض الا:أن يكون معنى التبعيض محتمل وجهين أحدهما أن يتجلببن ببعض ما لهن من الجلابيب و المراد أن لا تكون الحرة متبذلة فى درع و خمار كالأمة و الماهنة الخادمة و لها جلبان فصاعدًا فى بيتها والثانى أن ترخى المرأة بعض جلبابها و فضله على وجهها تتقنع حتى تتميز من الأمة (۱٤)

''اور ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر...پس اگر تو یہ سوال کرے کہ "من جلابیبھن "میں "من "کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ''من'' یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو

احتمالات ہیں ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلباب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلباب موجود ہوں اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے ایک ہی جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تا کہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے''۔

۶) زاد المسیر ' امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی' المتوفی ۵۹۷ھ۔

علامہ ابن جوزی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قوله تعالی ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ قال ابن قتيبة : يلبسن الاردية۔ وقال غيره : يغطين رؤوسهن ووجوههن ليعلم انهن حرائر[۱۵]

''ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں' جبکہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''۔

۷) التفسیر الکبیر' امام فخر الدین رازی' المتوفی ۶۰۶ھ

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ويمكن ان يقال المراد يعرفن انهن لا يزنين لان من تستر وجهها مع انه ليس بعورة لا يطمع فيها انها تكشف عورتها فيعرفن انهن مستورات لا يمكن طلب الزنا منهن[۱۶]

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں ' کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے' اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی' پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا''۔

۸) تفسیر بیضاوی' قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی المتوفی ۶۹۲ھ

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يغطين وجوههن وابدانهن بملاحفهن اذا برزن لحاجة ومن للتبعيض فان المرأة ترخى بعض جلبابها وتتلفع ببعض[۱۷]

''وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ''مِنْ'' یہاں پر تبعیض کے لیے ہے' یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔''

۹) تفسیر نفسی، امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی، المتوفی ۷۰۱ھ۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومعنى ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ يرخينها عليهن ويغطين بها وجوههن واعطافهن يقال اذا زال الثوب عن وجه المراة ادن ثوبك على وجهك[۱۸]

''﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو''

۱۰) تفسیر خازن، امام علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی الشافعی، المتوفی ۷۲۵ھ۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿يُدْنِيْنَ﴾ اى يرخين ويغطين ... قال ابن عباس امر نساء المومنين ان يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب الا عينا واحدة ليعلم انهن حرائر[۱۹]

''﴿يُدْنِيْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں...(آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) ابن عباسؓ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''۔

۱۱) البحر المحیط، امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وعليهن شامل لجميع اجسادهن او عليهن على وجوههن لان الذى كان يبدو منهن فى الجاهلية هو الوجه[۲۰]

''اور ﴿عَلَيْهِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ''علیھن'' سے مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا''۔

۱۲) تفسیر قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، المتوفی ۶۷۱ھ۔

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لما كانت عادة العربيات التبذل وكن يكشفن وجوههن كما يفعل الاماء وكان ذلك داعية الى نظر الرجال اليهن، وتشعب الفكرة فيهن، امر الله رسوله ﷺ ان يامرهن بارخاء الجلاليب عليهن اذا اردن الخروج الى حوائجهن[۲۱]

''چونکہ عرب خواتین میں (دور جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں''۔

۱۳) تفسیر ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ۔
اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال محمد بن سیرین سالت عبیدۃ السلمانی عن قول اللہ عزوجل ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ فغطی وجھه وراسه وابرز عینه الیسری[۲۲]

''محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا''۔

۱۴) تفسیر جلالین، امام جلال الدین محمد بن احمد المحلی وامام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای یرخین بعضها علی الوجوہ اذا خرجن لحاجتهن الا عینا واحدۃ[۲۳]

''یعنی وہ ان چادروں کا بعض حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں جب وہ کسی حاجت کے لیے نکلیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں''۔

۱۵) اللباب فی علوم القرآن، ابوحفص عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی، متوفی ۸۶۰ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال ابن عباس وابوعبیدۃ من نساء المومنین ان یغطین رؤوسهن ووجوههن بالجلالیب الا عینا واحدۃ لیعلم انهن حرائر[۲۴]

''ابن عباسؓ اور ابوعبیدۃ نے ''نساء المؤمنین'' کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''۔

۱۶) نظم الدرر، برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی، متوفی ۸۸۵ھ۔
اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿یُدْنِیْنَ﴾ای یقربن ﴿عَلَیْهِنَّ﴾ ای علی وجوههن وجمیع ابدانهن فلا یدعن شیئا منها مکشوفا[۲۵]

﴿یُدْنِیْنَ﴾ یعنی وہ قریب کریں ﴿عَلَیْهِنَّ﴾ یعنی اپنے چہروں اور اپنے تمام جسم پر اور کسی چیز کو بھی کھلا نہ چھوڑیں''۔

۱۷) تفسیر ابن عطیہ، ابومحمد عبدالحق ابن عطیہ الاندلسی۔
اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لما کانت عادۃ العربیات التبذل فی معنی ''الحجبة'' وکن یکشفن وجوههن کما تفعل الاماء وکان ذلك داعیا الی نظر الرجال الیهن وتشعب الفکرۃ فیهن امر اللہ ورسوله ﷺ یامرهن بادناء الجلابیب لیقع تسترهن ویبین الفرق بین

الاماء والحرائر' فتعرف الحرائر بسترهن (۲۶)

''چونکہ عرب خواتین کی (دور جاہلیت کی) عادات میں سے چھچھورا پن ابھی باقی تھا اور اسی کو وہ پردہ خیال کرتی تھیں اور وہ اپنے چہروں کو لونڈیوں کی طرح کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو چادروں کے لٹکانے کا حکم دیں تا کہ وہ مستور ہوں اور آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور ان کے مستور ہونے کے سبب ان کو آزاد عورتیں خیال کیا جائے''۔

۱۸) تفسیر ابن عاشورا' الشیخ محمد طاہر ابن عاشورا۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وكان عمر بن الخطاب مدة خلافته يمنع الاماء من التقنع كى لا يلتبسن بالحرائر ويضرب من تتقنع منهن بالدررة ثم زال ذلك بعده(۲۷)

''حضرت عمر بن خطابؓ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے' تا کہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے' پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا''۔

۱۹) فتح القدیر' محمد بن علی بن محمد الشوکانی

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال الواحدی : قال المفسرون يغطين وجوههن و رؤوسهن الا عينا واحدة فيعلم انهن حرائر فلا يعرض لهن باذى (۲۸)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور اپنے سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تا کہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے''۔

۲۰) روح المعانی' ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی' متوفی ۱۲۷۰ھ۔

اس آیہ مبارکہ میں ''عَلَيْهِنَّ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والظاهر ان المراد "بعليهن" على جميع اجسادهن وقيل : على رؤوسهن او على وجوههن لان الذى كان يبدومنهن فى الجاهلية هو الوجه واختلف فى كيفية هذا التستر(۲۹)

''اور ظاہر میں ''عَلَيْهِنَّ'' سے مراد سارا جسم ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے سروں یا چہروں پر ڈال لؤ کیونکہ دَورِ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ ان کا چہرہ تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کی اس کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے''۔

۲۱) فتح البیان' صدیق بن حسن بن علی بن الحسین القنوجی البخاری' المتوفی ۱۳۰۷ھ۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال الواحدی : قال المفسرون یغطین وجوھھن ورؤوسھن الا عینا واحدة فیعلم انھن حرائر فلا یعرضن لھن باذی وبه قاله ابن عباس[30]

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے کہا کہ وہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور یہی ابن عباس کا بھی قول ہے۔

۲۲) تفسیر نووی، محمد بن عمر الجاوی، متوفی ۱۸۹۸م

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(اَدْنٰی) ای احق بان یعرفن انھن حرائر وانھن مستورات لا یمکن طلب الزنا منھن لان من ستر وجھھا لا یطمع فیھا ان تکشف عورتھا[31]

''ادنیٰ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔ ایسی صورت میں ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو عورت اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنا ستر کھولے گی''۔

۲۳)۔ تفسیر مراغی، علامہ احمد بن مصطفیٰ مراغی۔

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿یُدْنِیْنَ﴾ ای یرخین ویسدلن ویقال للمراة اذا زل الثوب عن وجھھا ادنی ثوبك علی وجھك۔ ای اقرب[32]

''﴿یُدْنِیْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ (اپنی چادریں) لٹکا لیں۔ عورت کا کپڑا جب اس کے چہرے سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر''۔

۲۴) تفسیر سعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، متوفی ۱۳۷۶ھ۔

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای یغطین بھا وجوھھن وصدورھن[33]

یعنی اپنے چہرے اور سینے ان (جلابیب) کے ساتھ ڈھانپ لیں''۔

۲۵) اضواء البیان، محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطی، متوفی ۱۳۹۳ھ۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن ادلة القرآنیة علی احتجاب المرأة وسترھا جمیع بدنھا حتی وجھھا قوله تعالی ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ فقد قال غیر واحد من اھل العلم ان معنی یدنین علیھن من جلابیبھن، انھن یسترن جمیع بدنھن ووجوھھن[34]

''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ

ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔

۲۶) تفسیر ثنائی' ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ﴾ ای علی وجوھھن (۴۵)

''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں ''یعنی اپنے چہروں پر۔

۲۷) تفسیر مظہری۔ قاضی ثناء اللہ المظہری النقشبندی' المتوفی ۱۲۲۵ھ۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابن عباس وابوعبیدۃ امرنساء المومنین ان یغطین رؤسھن ووجوھھن بالجلابیب الا عینا واحدا لیعلم انھن الحرائر "ومن" للتبعیض لان المرأۃ ترخی بعض جلبابھا (۳۶)

''ابن عباس اور ابوعبیدۃ وغیرہ کا قول ہے کہ اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے' تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور ''مِن'' ''تبعیض کے لیے ہے' کیونکہ عورت اپنی چادر کا بعض حصہ (اپنے چہرے پر) لٹکاتی ہے''۔

۲۸) أیسر التفاسیر' الشیخ ابوبکر جابر الجزائری'

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یدنین علیھن من جلابیبھن أی یرخین علی وجوھھن الجلباب حتی لا یبدو من المرأۃ الا عین واحدۃ تنظر بھا الطریق اذا خرجت لحاجۃ (۳۷)

''﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کا مطلب ہے کہ کہ وہ جلباب اپنے چہرے پر اس طرح لٹکا لیں کہ سوائے ایک آنکھ کے عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

۲۹) البحر المدید' ابوالعباس احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبہ الحسنی' متوفی ۱۲۲۴ھ

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" أی یرخین علی وجوھھن من جلابیبھن فیغطین بھا وجوھھن (۳۸)

''﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لیں، اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں''۔

یہ تو علمائے متقدمین و متاخرین کی عربی تفاسیر تھیں۔ اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۳۰) التفسیر المنیر' ڈاکٹر وھبہ الزحیلی

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(یدنین)الادناء التقریب و المراد الارخاء و السدل علی الوجه و البدن و ستر الزینة و لذا عدی بعلی. . . و من للتبعیض فان المرأة تغطی بعض جلبابها وتتلفع ببعض والمراد یرخین بعضها علی الوجوه اذا خرج لحاجتهن الا شیئا قلیلا کعین واحدة (۳۹)

﴿یدنین﴾ ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے 'علیٰ' کے ساتھ متعدی کیا گیا...اور 'من' تبعیض کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔

۳۱) معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے''۔ (۴۰)

۳۲) تفہیم القرآن' سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا مودودی بیان فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا ترجمہ صرف ''لپیٹ لینا'' کرتے ہیں تا کہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے' لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصود اگر وہی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ ''یُدْنِیْنَ اِلَیْهِنَّ'' فرماتا۔ جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ ''یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ'' کے معنی محض لپیٹ لینے کے ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں ''مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ'' کے الفاظ یہ معنی لینے میں اور زیادہ مانع ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں ''مِنْ'' تبعیض کے لیے ہے' یعنی چادر کا ایک حصہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لپیٹی جائے گی تو پوری چادر لپیٹی جائے گی نہ کہ اس کا محض ایک حصہ۔ اس لیے آیت کا

صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں''۔(٤١)

۳۳) ترجمان القرآن' مولانا ابوالکلام آزاد۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ کر ان کا کچھ حصہ نیچے لٹکا لیا کریں''۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''آیت ۵۹ میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے''۔(٤٢)

۳۴) تدبر قرآن' مولانا امین احسن اصلاحی۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

''قرآن نے اس ''جلباب'' سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں زحمت پیش نہ آئے۔ یہی ''جلباب'' ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقعہ کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں' لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسولؐ سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں''۔(٤٣)

۳۵) ضیاء القرآن' پیر کرم شاہ الازہری۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾

''اے نبی مکرمؐ! آپ فرمائیے اپنی ازواجِ مطہرات کو' اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو''۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں مولانا فرماتے ہیں:

''اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواجِ مطہرات' اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا

ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی''۔(٤٤)

٣٦) تفسیر احسن البیان' مولانا صلاح الدین یوسف۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جلابیب' جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آنا چاہیے''۔(٤٥)

٣٧) معارف القرآن' مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھر سے نکلتے وقت عورت کو اپنا سر اور چہرہ اور بدن چھپانا ضروری ہے کہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانے کے شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں۔اللہ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو اُن کے فتنے سے بچائے''۔(٤٦)

٣٨) تفسیر عثمانی' حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ! کہہ دیجیے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں''۔(٤٧)

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔

حضرت عائشہؓ کی صحیح احادیث اور ان اڑتیس جلیل القدر مفسرین کی آراء کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ واویلا کرے کہ جلباب عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا اور اس آیت سے چہرے کا پردہ ثابت نہیں ہوتا' تو اس کو ہم یہی کہیں گے کہ تمہارے اس دعویٰ کے مطابق یہ تمام مفسرین عربی زبان سے ناواقف ہیں کیونکہ انھوں نے تو آیت جلباب میں ''جلباب مع الادناء'' سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ امہات المؤمنین' بنات النبی ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے چھپانے کے حکم کا بدرجہ وجوب' اثبات کر رہی ہے۔

فصل دوم

آیت زینت

اس فصل میں ہم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی روشنی میں چہرے کے پردے پر کچھ معروضات پیش کریں گے۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (النّور: ۳۱)

''اور (اے نبیؐ!) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں' اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے' اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ''

یہ آیۂ مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر درج ذیل اعتبارات سے دلالت کر رہی ہے:

۱)۔ قرآن میں زینت کا مفہوم:

قرآن میں زینت کا لفظ اکثر و بیشتر مادی چیزوں یعنی کپڑے اور بناؤ سنگھار کی اشیاء کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ عورت کے اعضاء (چہرہ وغیرہ) کے لیے' چہرے کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء اور زیورات بھی زینت کے مفہوم میں شامل ہیں کیونکہ وہ بھی مادی اشیاء ہی ہیں' جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہو رہا ہے:

۱) ﴿يٰبَنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ......﴾ (الاعراف: ۳۱)

۲) ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ......﴾ (الاعراف: ۳۲)

۳) ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا......﴾ (الکہف: ۷)

٤)﴿وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا﴾ (القصص:٦٠)
٥) ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ﴾ (الصّٰفّٰت)
٦) ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ (النحل:٨)
٧) ﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِيْنَتِهٖ﴾ (القصص:٧٩)
٨) ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (الكهف:٤٦)
٩) ﴿اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ......﴾ (الحديد:٢٠)
١٠) ﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ......﴾ (طٰهٰ:٥٩)
١١) ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ......﴾ (طٰهٰ:٨٧)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے قواعد و اسالیب کے مطابق لفظ زینت کا اطلاق مادی اشیاء پر بھی ہوتا ہے اور عورت کے اعضاء پر بھی ہوسکتا ہے لیکن اصولِ تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنی میں قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہو تو جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا تو اس لفظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جس معنی میں وہ لفظ قرآن میں اکثر طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامہ شنقیطی تفسیر القرآن بالقرآن کے اس قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و ان من انواع البيان التی تضمنها ان يكون الغالب فی القرآن ارادة معنى معين فی اللفظ مع تكرر ذلك اللفظ فی القرآن فكون ذلك المعنى هو المرادمن اللفظ فی الغالب يدل على انه هو المراد فی محل النزاع لدلا لة غلبة ارادته فی القرآن بذلك اللفظ (٤٨)

''اور انواع البیان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں ایک لفظ کا کثرت سے ایک معین معنی مراد لیا گیا ہو جبکہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہو، تو قرآن میں اس لفظ سے اس معین معنی کا کثرت سے مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا وہاں یہی غالب معنی مراد ہوگا۔''

چونکہ قرآن میں اکثر طور پر زینت کا لفظ کپڑوں یا بناؤ سنگھار کی مادّی چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے، لہٰذا﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں اختلاف کی صورت میں زینت سے مراد وہ ظاہری اشیاء ہیں جن کو عورت اپنی زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے مثلاً بالیاں، کانٹے، پازیب، چوڑیاں اور ہار وغیرہ، اس کی تائید اس آیت کے الفاظ ''ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن'' سے بھی ہورہی ہے، کیونکہ ان الفاظ میں زینت سے مراد قطعی طور پر مادی زینت ہی ہے۔ جب، لفظ زینت سے مراد مادی زینت ہے تو پھر استثناء بھی اس چیز کا ہونا چاہیے جو کہ مادی اشیاء میں سے ہو اس لیے ہمارے نزدیک ''و لا يبدين زينتهن ''میں عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ زینت کو ظاہر نہ کرے یعنی اس کو چھپائے اور ''الا ما ظهر منها ''سے مراد ہے کہ وہ زینت جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور جس کو چھپانے میں مشقت ہو مثلاً آنکھوں کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی اور کپڑوں کی زینت وغیرہ۔ اور اس زینت کا ظاہر ہونا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے۔

یہ ذہن میں رہے کہ زینت کو چھپانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامات زینت بھی چھپ جائیں کیونکہ جب بھی کوئی عورت اپنی زینت کو چھپائے گی تو مقامات زینت ازخود چھپ جائیں گے کہ جن کا چھپانا شریعت کا اصل مقصود ہے' اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ جب شریعت کا اصل مقصود مقامات زینت کو چھپانا ہے تو مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت کو استعمال کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے اس کی وضاحت کی ہے:

وذكر الزينة دون مواقعها للمبالغة فى الأمر بالتصون و التستر(۴۹)

مقامات زینت کی بجائے زینت کے الفاظ اس لیے استعمال کیے گئے ہیں تا کہ ان مقامات کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے حوالے سے حکم میں مبالغہ کیا جا سکے۔

یعنی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مقامات زینت تو کیا اس زینت کو بھی چھپاؤ جس کو تم نے پہن رکھا ہے باوجودیکہ اشیائے زینت کو چھپانا مقصود نہیں ہے۔

۲)۔مقاصد شریعہ اور چہرے کا پردہ:

اس آیۂ مبارکہ (النور:۳۱) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل ونسب انسانی کی حفاظت ہے۔نسل انسانی کی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے '' وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ''میں حفظِ فروج کا حکم دیا جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لیے'' وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ''میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی نتیجہ چہرے کو چھپانے کی صورت میں نکلتا ہے۔ چونکہ زنا کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے اسی لیے اللہ تعالی نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں مکملاتِ مصالحِ شریعت کہتے ہیں۔اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات' حاجیات اور تحسینیات کے ساتھ ساتھ ان کے مکملات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔مکملات کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں:

شرع الله تعالى احكاما اخرى لتكميل انواع المقاصد السابقة من ضروريات و حاجيات و تحسينيات' كالتتمة و التكملة لها(۵۰)

''اللہ تعالی نے سابقہ مقاصد شریعہ ضروریات' حاجیات اور تحسینیات کی تکمیل کے کچھ اور احکامات جاری کیے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تتمے اور تکملے کا درجہ رکھتے ہیں''۔

لہٰذا حفظِ فروج کے حکمِ ضروری کی تکمیل کے لیے اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ '' وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ''میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔عورت کا چہرہ زنا کا داعیہ ہے۔اس کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

عن عبد الله بن عباس قال كان الفضل رديف النبى ﷺ فجاء ت امرأ ة من خثعم ' فجعل الفضل ينظر اليها و تنظر اليه' فجعل النبى ﷺ يصرف وجه

الفضل الی الشق الآخر (٥١)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے ان کے بھائی فضل بن عباس i حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی۔ فضل بن عباسؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اُن کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا''۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سدّ باب کیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو چہرے کے پردے کا حکم کیوں نہ دیا' تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے۔

٣)۔ دلالت اَوْلیٰ کے طریق سے:

دلالت اولی استنباط احکام کے طرق میں سے ایک طریقہ ہے جس کو اصولیین کی اصطلاح میں دلالت نص یا فحوی خطاب یا مفہوم موافقت یا قیاس جلی بھی کہتے ہیں۔ آیت کا حصہ ''وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ'' کی دلالت اَوْلیٰ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سینوں کو خوب اچھی طرح ڈھانپیں اور اپنی قمیصوں پر ایک اضافی چادر ڈال لیا کریں تا کہ ان کی گردن اور سینے کے ابھار وغیرہ ظاہر نہ ہوں' اور اس طرح فتنے کے ادنیٰ سے اندیشے کو بھی ختم کیا جا سکے۔ چونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں سینوں پر بُکل نہ مارنے کی نسبت فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم اس نص سے بطریق اَوْلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ''وَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ'' میں بظاہر تو والدین کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن دلالت اَوْلیٰ کے طریق سے والدین کو برا بھلا کہنا' گالیاں دینا اور مارنا بھی اسی نص کے تحت منع ہے۔ حضرت عائشہؓ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

> یرحم اللہ نساء المھاجرات الأول۔ لما انزل اللہ ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ﴾ شققن مروطھن فاختمرن بھا (٥٢)
>
> ''اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے! جب اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ﴾ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنا لیا۔''

اس بارے میں حافظ ابن حجر کا قول ہے:

> فاختمرن ای غطین وجوھھن (٥٣)
>
> ''فاختمرن'' سے مراد ہے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

٤)۔ فعل لازم کا استعمال:

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ میں مطلقاً زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور ﴿اِلاَّ مَا

ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ (سوائے اس کے جو اِس زینت میں سے خود بخود ظاہر ہو جائے) میں فعل لازم استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن نہ ہو جیسے کپڑے' گاؤن یا برقعے وغیرہ کی زینت۔ البتہ اگر نص میں فعل متعدی کے ساتھ ''اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ مِنْهَا '' (سوائے اس کے جو وہ اس زینت میں سے ظاہر کریں) کے الفاظ ہوتے تو ایسی صورت میں چہرے کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا تھا' کیونکہ چہرے کی زینت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔

۵)۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر:

۱)ابن جریر طبری نے ''جامع البیان'' میں ''اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا '' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حدثنی یونس'قال اخبرنا ابن وهب' قال اخبرنی الثوری' عن ابی اسحاق الهمدانی' عن ابی الاحوص عن ابن مسعود قال ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال : الثياب (٥٤)

'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے '' وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا '' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔''

۲)امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت اس سند کے ساتھ نقل کی ہے:

اخبرنی عبد الله بن محمدالصید لانی ثنا اسمعیل بن قتیبه ثنا ابو بکر بن ابی شیبه ثنا شریك عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ قال لاخلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادة ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب (٥٥)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زینت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد پازیب' بالیاں اور ہار وغیرہ مراد ہیں اور ''اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا '' سے کپڑے مراد ہیں۔''

بعض منکرین حجاب نے اس حدیث کی سند پر دو اعتراضات وارد کیے ہیں۔ایک یہ کہ اس کا ایک راوی ابو اسحاق السبیعی مدلس راوی ہے او رعنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور دوسرا اعتراض یہ کہ وہ مختلط ہے۔ اس سند پر اعتراضات کے حوالے سے منکرین حجاب کی خدمت میں ہم چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔

أبواسحاق اور تدلیس:

امام حاکم اور امام ذھبی کی تصحیح: اس سند کو امام حاکم نے '' مستدرک حاکم'' میں صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اپنی '' تلخیص''میں اس سند کے صحیح ہونے میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه[٥٦] ووافقه الذهبی فی تلخیصه[٥٧]

''یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے' اگرچہ انہوں نے اسے اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور امام ذہبی نے بھی اپنی کتاب ''تلخیص'' میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔''

اس حدیث کی سند حد درجہ صحیح ہے۔ امام ذہبی وہ امام ہیں کہ اگر وہ کسی حدیث کی تصحیح میں امام حاکم کی موافقت اختیار کر لیں تو محقق العصر علامہ البانی جیسے علماء بھی ان کی تحقیق ہی نقل کر دیتے ہیں اور اُس حدیث کی اپنے طور پر تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے ''حجاب المرأة المسلمة'' کا حاشیہ دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے ''حجاب المرأة المسلمة'' میں ابن مسعودؓ کا قول نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا جو اِس بات کی دلیل ہے کہ علامہ البانی نے بھی اس قول کی صحت میں امام ذہبی کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔

ہم یہی عرض کریں گے کہ ہمارے ناقدین صرف اتنا جانتے ہیں کہ ابواسحاق السبیعی مدلس راوی ہے اور مدلس کا عنعنہ قابل قبول نہیں' لیکن امام حاکم اور امام ذہبی جیسے جلیل القدر محدثین اس بات سے بھی خوب واقف تھے کہ فلاں مدلس راوی کا عنعنہ فلاں استاذ سے ہو تو وہ سماعت پر محمول ہو گا۔ یہ اصولِ حدیث کے فن کی وہ باریکیاں ہیں جن کا لحاظ ہمارے ہاں بہت سارے محققین نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس حدیث کی صحت کے بارے میں منکرین حجاب کی نسبت ہم امام ذہبی اور امام حاکم کی تحقیق پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ امام حاکم اور امام ذہبی کے اس قول کی تصحیح کے بعد کچھ لکھنے کی ضرورت تو نہیں لیکن اطمینانِ قلب کی خاطر ہم مدلس راوی کی معنعن روایات کے بارے میں اہل علم حضرات کی بعض تحقیقات پیش کیے دیتے ہیں۔

ا) ابواسحاق السبیعی اور امام مسلم: امام مسلم نے ابواسحاق کے عنعنہ کو اپنی صحیح میں قبول کیا ہے جب کہ صحیح مسلم کی صحت پر اجماع ہے۔

ذیل میں ہم صحیح مسلم کی دو احادیث کی اسناد پیش کیے دیتے ہیں جن میں امام مسلم نے ابواسحاق کا عنعنہ نقل کیا ہے:

ا) حد ثنا محمد بن المثنی و ابن بشار واللفظ لابن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله عن النبی ﷺ انه قال: ((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي اَحَدًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ))[٥٨]

ب) حد ثنا محمد بن المثنی و محمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله عن النبی ﷺ انه كان يقول: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى))[٥٩]

اگر مدلس راوی کا عنعنہ مطلقاً ناقابل قبول ہوتا تو صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات نہ ہوتیں۔ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات کی موجودگی اس بات کی شاہد ہے کہ یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے جتنا کہ بعض نام نہاد محققین نے سمجھ لیا ہے۔ اہل علم کے ہاں اس کے اصول وضوابط ہیں جن کے مطابق بعض اوقات مدلس راوی کا عنعنہ بھی قابل

قبول ہوتا ہے اور سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

۲) امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان ما فیهما و فی غیرهما من الکتب الصحیحة من المدلسین بعن محمول علی ثبوت سماعه من جهة اخری (٦٠)

''بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ صحیح کتب میں موجود مدلسین راویوں کی جو روایات ''عن'' سے منقول ہیں ان روایات کا کسی دوسری سند سے سماع ثابت ہوتا ہے''۔

۳) علامہ محمد بن ابراہیم الصنعانی اپنی کتاب تنقیح الانظار میں فرماتے ہیں:

اذا ثبت عن الثقة البصیر بالفن الفارس فیه انه لا یقبل المدلس بعن ' وان التدلیس عند ه مذموم ' ثم رأیناه یروی احادیث علی هذه الصفة ویحکم بصحتها کان نصه علی عدم قبولها یدل علی انه قد عرف اتصالها من غیر تلك الطریق (٦١)

''جب ثقہ اور فن کے ماہر سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں کرتا اور تدلیس اس کے نزدیک مذموم ہے' پھر ہم دیکھیں کہ وہ مدلس راویوں کے عنعنہ کے ساتھ روایات نقل کرتا ہے اور ان کی صحت کا حکم لگاتا ہے' جبکہ وہ روایات نا قابل قبول ہوں' تو یہ طرزِ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ روایات ایک دوسری سند سے متصل ہیں''۔

أبو اسحاق اور اختلاط :

منکرین حجاب ابو اسحاق السبیعی پر مختلط ہونے کا عیب تو لگاتے ہیں' لیکن زمانۂ اختلاط کا تذکرہ گول کر جاتے ہیں۔ ابو اسحاق اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

مکثر ' ثقة' عابد ' من الثالثة ' اختلط بآخره (٦٢)

''کثرت سے روایت کرنے والا ہے' ثقہ ہے' عابد ہے' تیسرے طبقے کا راوی ہے' اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا''۔

اور امام ذہبی نے تو اس کے اختلاط کا بھی انکار کیا ہے۔ امام ذہبی ابو اسحاق السبیعی کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

من ائمة التابعین بالکوفة و اثباتهم الا انه شاخ و نسی و لم یختلط (٦٣)

''کوفہ کے تابعی اماموں میں سے ہیں اور ثابتین میں سے ہیں' مگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے بھول جاتے تھے اور مختلط نہ تھے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ مختلط کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات قابل قبول ہیں جبکہ اختلاط کے بعد کی روایات قابل ردّ ہیں۔ اور ابو اسحاق السبیعی جب اپنی عمر کے آخری حصے میں مختلط ہو گیا تو اس کے زمانۂ اختلاط میں صرف سفیان بن عیینہ نے اس سے روایات بیان کی ہیں' اس لیے ابو اسحاق کی وہ روایات جو سفیان بن عیینہ سے منقول ہیں وہ مردود ہوں گی اور اس کے ماسوا کی روایات قابل قبول ہوں گی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

وقال الفسوی : قال ابن عیینة حدثنا ابو اسحاق فی المسجد لیس معنا ثالث ' و قال الفسوی: فقال بعض اهل العلم کان قد اختلط وانما ترکوہ مع ابن عیینة لاختلاطه(٦٤)

''فسوی نے کہا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ابواسحاق مسجد میں ہمیں حدیث بیان کرتے تھے اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ ہوتا تھا۔ اور فسوی نے کہا کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ مختلط ہو گیا تھا اور اہل علم نے اس کے اختلاط کی وجہ سے اس کی ان روایات کو لینا چھوڑ دیا جو کہ وہ ابن عیینہ سے بیان کرتا تھا۔''

٦)۔آیت کا سیاق وسباق:

آیت کے اس حصے ﴿وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ﴾ میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں' تا کہ ان کے پاؤں یا چال کی زینت یا پازیب وغیرہ کی جھنکار سن کر مَردان کی طرف متوجہ نہ ہوں' کیونکہ اس طرح عورت کی یہ مخفی زینت ظاہر ہو کر مَردوں کے لیے فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ فتنے کے اندیشے کو بھی ختم کرنے کے لیے عورتوں کو پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے روک رہی ہے اس شریعت کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اسی آیت میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے رہی ہے' ایک عام انسان کی سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ چہرے کی زینت بہرحال قدموں کی چاپ اور انداز کی زینت سے بہت بڑھ کر ہے' اس لیے ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' کے ذریعے چہرے کا مستثنیٰ کرنا قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ)) قالت ام سلمة یا رسول الله فکیف تصنع النساء بذیولهن؟ قال : ((تُرْخِیْنَهٗ شِبْرًا)) قالت : اذا تنکشف اقدامهن؟ قال : ((تُرْخِیْنَهٗ ذِرَاعًا لَا تَزِدْنَ عَلَیْهِ)) (٦٥)

''جس نے تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو لٹکایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی طرف نظر کرم نہیں فرمائیں گے۔'' تو اُمّ سلمہؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! عورتیں اپنے پلو (کپڑے کا نچلا کنارا جس کو اردو زبان میں دامن بھی کہتے ہیں) کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''تم عورتیں اسے ایک بالشت لٹکا لیا کرو۔'' حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تم عورتیں اپنے پلو کو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ لٹکاؤ۔''

حضرت اُمّ سلمہؓ کا پاؤں کھلے رہ جانے کے بارے میں سوال کرنا اور آپؐ کا ان کو جواب دینا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ پاؤں کا ڈھانپنا بھی واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پاؤں کے ڈھانپنے کو واجب قرار دیا ہے اور عورت کے پاؤں کو اس کے ستر میں شمار کیا ہے۔ جب پاؤں ڈھانپنے کی اس قدر تاکید قرآن وسنت میں ہے تو چہرہ ڈھانپنے کے بارے میں قرآن وسنت کیسے خاموش رہ سکتے ہیں!

۷)۔حضرات عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اقوال:

حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے حوالے سے جو دو اقوال "الا ما ظهر منها" کی تفسیر میں نقل کیے جاتے ہیں، وہ ضعیف ہیں۔

ابن عباسؓ کا قول: جہاں تک ابن عباسؓ کے قول کا تعلق ہے، اس کی دو اسناد کا ہم ذکر کر دیتے ہیں:

۱) حدثنا ابو کریب قال حدثنا مروان قال حدثنا مسلم الملائی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال" وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا" قال : الكحل والخاتم(٦٦)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے'' وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے''۔

اس کی سند میں مسلم الملائی راوی ضعیف ہے۔امام مزی مسلم الملائی کے ترجے میں علمائے جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال عمرو بن علی : و هو منکر الحدیث جدا' و قال ابوبکربن ابی خیثمة عن یحی بن معین : یقال انه اختلط' و قال ابو زرعة : ضعیف الحدیث ' و قال ابو حاتم : یتکلمون فیه و هو ضعیف الحدیث ' وقال البخاری: یتکلمون فیه' وقال ابو داوٗد : لیس بشیء' وقال الترمذی: ضعیف' وقال النسائی : لیس بثقة(٦٧)

''عمرو بن علی نے کہا کہ وہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے ۔ابن ابی خیثمہ یحیٰی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مختلط ہے ۔ابوزرعہ نے کہا کہ ضعیف الحدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کے بارے میں کلام ہے ۔ابوداوٗد نے کہا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ترمذی نے کہا ضعیف ہے' نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے''۔

۲) امام بیہقی نے اس روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ و سعید بن ابی عمرو' قالا حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب قال حدثنا احمد بن عبد الجبار قال حدثنا حفص بن غیاث عن عبد الله بن مسلم بن هرمزعن سعید بن جبیر عن ابن عبا س قال ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال : ما فی الکف والوجه(٦٨)

''حضرت سعید بن جبیر' ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ......'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے وہ چیز جو ہتھیلی یا چہرے میں ہو۔''

اس حدیث کی سند میں احمد بن عبدالجبار اور عبداللہ بن مسلم بن ہرمز دو راوی ضعیف ہیں۔

احمد بن عبدالجبار کے ترجے میں امام مزیؒ لکھتے ہیں:

قال محمد بن عبد الله الحضرمی : کان یکذب' وقال الحاکم ابو عبدالله الحافظ : لیس بالقوی عندهم' وقال ابو احمد ابن عدی: رأیت اهل العراق

مجمعین علی ضعفه[٦٩]

''محمد بن عبداللہ الحضرمی نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا۔ ابو عبداللہ حافظ نے کہا کہ محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ میں نے اہل عراق کو دیکھا کہ وہ احمد بن عبدالجبار کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں''۔

ابن عمرؓ کا قول: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

شبابة بن سوار قال نا هشام بن الغاز قال نا نافع قال ابن عمر: الزينة الظاهرة الوجه والكفان[٧٠]

''حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں''۔

اس حدیث کی سند میں شبابہ بن سوار راوی ایسا ہے جس کی تضعیف اور توثیق میں علمائے جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ شخص عقیدے کے اعتبار سے مرجئی تھا اور اپنے اس بدعتی عقیدے کی طرف داعی بھی تھا جس کی وجہ سے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر محدث نے اس کی احادیث کو مردود قرار دیا ہے۔

امام مزی شبابہ بن سوار کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم : صدوق يكتب حديثه ولا يحتج به' قال احمد بن ابی يحيى سمعت احمد بن حنبل وذكر شبابة فقال تركته لم اكتب عنه للارجاء[٧١]

امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ صدوق ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی ۔احمد بن ابی یحیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ انھوں نے شبابہ کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے مرجئی ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ بھی نہیں لکھا۔

٨)۔حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے اقوال کا صحیح مفہوم:

ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا اقوال کی علماء نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں:

۱)۔ایک یہ کہ ان حضرات کے اقوال' زینت ممنوعہ کے بیان میں ہیں نہ کہ زینت ظاہرہ کے بیان میں ۔یعنی انھوں نے اپنے ان اقوال کے ذریعے "ولا يبدين زينتهن "کی تفسیر بیان کی ہے نہ کہ "الا ما ظهر منها "کی۔

۲)۔دوسرا یہ کہ ان اقوال سے مراد تو زینت ظاہرہ ہی ہے لیکن یہ وہ زینت ظاہرہ ہے کہ جس کا ظاہر کرنا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے' مثلاً آنکھوں کا سرمہ' ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی وغیرہ' جیسا کہ ابن عباس سے مروی بعض روایات میں انھی چیزوں کا تذکرہ ہے۔

۳)۔تیسرا یہ کہ ان حضرات کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد تو چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں لیکن اتفاقاً ان دونوں کا کھلنا مراد ہے نہ کہ عمداً' جیسے ہوا وغیرہ سے چادر کا اڑ جانا۔

۴)۔اس سے مراد گھر میں عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے' جیسا کہ ابن عباس کے ایک قول سے بھی اس کی تائید

ہوتی ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

۵)۔اس سے مراد عادتاً عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے۔

آخری توجیح قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے جبکہ پہلی چار اس کے سیاق وسباق کے مطابق ہے۔اس لیے اس قول کے صحیح ثابت ہونے پر بھی اس کی صرف وہی توجیح درست ہو گی جو کہ قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق ہو جیسا کہ ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں کہ "اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے چہرہ مراد لینا " وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ" اور "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ" اور "وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ" کے خلاف ہے۔

۹)۔اگر زینت سے مراد چہرہ لیا جائے!

اگر اس تفسیر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ 'اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا' میں چہرہ بھی داخل ہے تب بھی اس سے وہ معنی نہیں نکلتا جو منکرین حجاب نکالنا چاہتے ہیں' کیونکہ 'ظَهَرَ' فعل لازم ہے۔چنانچہ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہو گا کہ اگر ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے کبھی چہرہ کھل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و یظهر لی بحکم الفاظ الآیة ان المرأة مأمورة بألا تبدی و ان تجتهد فی الاخفاء لکل ما هو زینة ویقع الاستثناء فی کل ما غلبها فظهر بحکم ضرورة حرکته فیما لا بدا منها او اصلاح شان فما ظهر علی هذا الوجه فهو المعفی عنه (۷۲)

''آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح سے چھپانے کی کوشش کرے۔اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آ جائے' مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے''۔

۱۰)۔سورۃ النور کی آیت کا موقع ومحل:

سورۃ النور کی پردے کی آیات گھر کے اندر کے پردے کے متعلق ہیں نہ کہ گھر کے باہر کے پردے کے' جبکہ گھر سے باہر پردے کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیات میں ہے۔کیونکہ ان احکامات کا آغاز ہی گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے ہو رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

یأیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلمواعلی أهلها---

اے اہل ایمان اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کہہ لو۔

قرآن کی آیات "قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم ---لعلکم تفلحون" کو اس کے اس سیاق وسباق

میں سمجھیں تو یہ آیت اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ یہاں مؤمنین کو کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھائے جا رہے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی قرآن میں ستر وحجاب کے احکامات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کر کے گھروں کے اندر آنے جانے سے متعلق دیے گئے ہیں اور جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر داخل ہو تو اس کو کن آداب وقواعد کی پابندی کرنی چاہیے اور گھر کی عورتوں پر ایسی صورت میں کیا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں''۔ (۷۳)

یعنی اس آیۂ مبارکہ میں گھر میں کثرت سے داخل ہونے والے نامحرم رشتہ دار مثلاً بہنوئی' داماد' خالو' پھوپھا وغیرہ کے بارے میں گھر کی خواتین کو کچھ اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔ چونکہ گھر میں رہتے ہوئے ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے زینت کے اظہار کا امکان زیادہ تھا اس لیے خواتین کو ان حضرات کے سامنے زینت کے اظہار سے روک دیا گیا اور مردوں کو کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت غض بصر کا حکم دیا گیا کیونکہ گھر میں کام کاج کے دوران عورت کی زینت کے اظہار اور ستر کے کھل جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں اسی طرح اس کے ساتھ گھر کے دوسرے محرم رشتہ داروں کی فہرست بھی ساتھ ہی بیان کر دی گئی کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار اور کسی حد تک ستر کا کھلا رکھنا مثلاً بال' گردن اور بازو وغیرہ جائز ہے۔

تاہم ابن عباسؓ کے نزدیک اس آیت کا موقع ومحل تو گھر ہی ہے لیکن ان کے نزدیک یہ آیت ان قریبی محرم رشتہ داروں (شوہر کے علاوہ) کے بارے میں ہے کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار کسی حد تک جائز ہے۔ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

حدثنی علی قال ثنی عبداللہ قال ثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس قولہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ قال : الزینۃ الظاهرۃ والوجه' وکحل العین وخضاب الکف والخاتم فهذه تظهر فی بیتها لمن دخل من الناس علیها (۷۴)

''حضرت ابن عباسؓ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زینت سے مراد ظاہری زینت ہے اور چہرہ' آنکھوں کا سرمہ' ہاتھ کی مہندی اور انگوٹھی بھی اس میں شامل ہیں اور یہ زینت وہ ہے جو عورت ان قریبی محرم رشتہ داروں (شوہر کے علاوہ) کے سامنے ظاہر کرتی ہے جو کہ اکثر گھر میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ یہ وہ زینت ہے جس کے ظاہر ہونے کا امکان گھر میں آنے جانے والے قریبی محرم رشتہ داروں کے سامنے زیادہ ہوتا ہے' لہٰذا استثناء سے مراد وہ قریبی محارم ہیں جو کہ شوہر کے علاوہ ہیں اور جن کے سامنے اس زینت کا اظہار عورت کے لیے جائز ہے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں' لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان ایک راوی مجاہد بن جبیر مکی گر گیا ہے۔ یہ راوی بھی ثقہ ہے۔ امام مزی' علی بن ابی طلحہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روی عن عبد الله بن عباس مرسل بينهما مجاهد

''اس نے ابن عباس سے مرسل روایات بیان کی ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان مجاہد بن جبیر راوی گرا ہوا ہے''۔

قال ابن طهمان عن بن معين لم يسمع عن ابن عباس شيأ فروى مرسلا(٧٥)

''ابن طہمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ علی نے ابن عباس سے کچھ نہیں سنا' بلکہ ابن عباس سے مرسل روایت نقل کرتا ہے''۔

پس اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا کہ عورت کے لیے اپنی زینت کو ظاہر کرنا حرام ہے اور اس کی زینت میں اس کا چہرہ بھی شامل ہے' ہاں ایسی زینت کہ جس کے چھپانے میں عورت کے لیے مشقت ہو جیسے آنکھوں کا سرمہ' ہاتھوں کی مہندی یا خضاب وغیرہ تو اس کی رخصت ہے

فصل سوم:

آیت حجاب

چہرے کے پردے کے وجوب کی تیسری دلیل سورہ احزاب کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ (الاحزاب)

''اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل مت ہو مگر یہ کہ تم کو کھانا کھلانے کے لیے بلایا جائے (ایسے وقت میں)' کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے' لیکن جب تم کو (کھانے کے لیے) بلایا جائے تو اسی وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا لو تو (وہاں) سے چلے جاؤ اور باتیں کرنے کے لیے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ بے شک تمہارا یہ عمل پیغمبر کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (کچھ کہنے سے) شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ (عمل) بہت زیادہ پاک کرنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کو بھی۔ اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کی بیویوں سے آپؐ (کی وفات) کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو چھپا لو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ان (ازواجِ مطہرات) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (سے پردہ نہ کرنے) کے بارے میں اور اپنے بیٹوں سے اور اپنے بھائیوں سے اور اپنے بھتیجوں سے اور اپنے بھانجوں سے اور اپنی (مسلمان) عورتوں سے اور اپنے غلام' لونڈیوں سے' اور تم (اے ازواجِ مطہرات) اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔''

آیۂ مبارکہ کا شانِ نزول:

۱) اس آیۂ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قال عمر قلت یا رسول الله یدخل علیك البر والفاجر فلو أمرت أمهات المؤمنین بالحجاب فانزل الله آیة الحجاب (۷٦)

''حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسولﷺ! آپؐ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں' کاش کہ آپؐ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرما دی۔''

۲) حضرت انسؓ سے ہی ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

اَنـا اَعْلَمُ الناس بهذه الآیة آیة الحجاب لما اهدیت زینب الی رسول الله ﷺ کانت معه فی البیت ' صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل النبی ﷺ یخرج ثم یرجع وهم قعود یتحدثون فانزل اللّٰه تعالی ﴿یٰٓـاَیُّـهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَـكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰـهُ ﴾ اِلی قوله ﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ فضرب الحجاب وقام القوم (۷۷)

''میں اس آیت یعنی آیتِ حجاب کے (سببِ نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینبk کو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا اور وہ آپؐ کے ساتھ گھر میں تھیں' آپؐ نے کھانا تیار کیا اور صحابہؓ کی دعوت (ولیمہ) کی۔ (کھانا کھانے کے بعد) لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے۔ آپؐ باہر نکلتے اور واپس آتے تو لوگ پھر بھی بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿یٰٓـاَیُّـهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّـؤْذَنَ لَـكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰـهُ﴾ سے لے کر ﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ پس (اس کے بعد) پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔''

آیت کے اجزاء:

اس آیۂ مبارکہ میں چار (۴) باتوں کا تذکرہ ہے:

۱) جس مسئلہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ مسئلہ حجاب ہے۔

۲) اس آیت میں خطاب ازواجِ مطہراتؓ سے ہے۔

۳) حکم حجاب کے وجوب کا ہے۔

۴) علت طہارتِ قلب کا حصول ہے' یعنی دل پاک ہو جائیں۔

پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں جن پر منکرین ومخالفینِ حجاب کا بھی اتفاق ہے۔ لیکن چوتھی بات میں اختلاف ہے۔ اس لیے تمام منکرین حجاب ازواج مطہرات کے لیے تو پردے کا وجوب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں' لیکن عام اہل ایمان عورتوں کو اس آیت کے حکم میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے حق میں خاص ہے اور ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم دینے کی علت ان کا احترام واکرام ہے نہ کہ طہارتِ قلب۔ ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے لیے ہی خاص ہے یا اس کا حکم عام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے؟

حکم کی علت:

حجاب کا جو حکم اس آیۂ مبارکہ میں وارد ہوا ہے وہ معلل ہے۔ (یعنی اس کی علت یعنی وجہ بیان کی گئی ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾

''(اے مسلمانو!) پس تم ان (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو' اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھی بہت زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اور ان کے دلوں کو بھی۔''

حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ ہے۔ یہ علت عام ہے' کیونکہ طہارتِ قلب کی ضرورت جتنی ازواجِ مطہرات کو ہے اتنی ہی عام مسلمان عورتوں کو بھی ہے' لہٰذا علت عام ہوئی' اور علت کا عام ہونا حکم کی عمومیت کی دلیل ہے۔ نص میں مذکور اس قسم کی علت کو معلوم کرنے کے طریقہ کار کو اصولیین کے نزدیک ''مسلك الايماء والتنبيه'' کہتے ہیں۔ امام شوکانیؒ اس مسلک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المسلك الثالث الايماء والتنبيه وضابطه الاقتران بوصف لو لم يكن هو او نظيره للتعليل لكان بعيدا فيحمل على التعليل دفعا للاستبعاد[۷۸]

''مسالک علت میں سے تیسرا مسلک ''الايماء والتنبيه'' ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حکم کسی ایسے وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو کہ اگر وہ وصف یا اس کی نظیر علت نہ ہوتی تو وہ حکم بعید از فہم ہوتا' لہٰذا اس وصف کو اس حکم کی علت بنایا جائے گا تا کہ حکم کی تفہیم میں رکاوٹ کو دور کیا جا سکے۔''

علامہ شنقیطی ''مسلك الايماء والتنبيه'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو ان يقترن وصف بحكم شرعى على وجه لو لم يكن فيه ذلك الوصف علة لذلك الحكم لكان الكلام معيبا عند العارفين[۷۹]

''مسلك الايماء والتنبيه'' یہ ہے کہ کوئی حکم شرعی کسی وصف کے ساتھ اس طرح مل کر آئے کہ اگر وہ وصف اس حکم کی علت نہ بنایا جائے تو وہ کلام عارفین کے نزدیک عیب والا کلام ہو گا''۔

اگر ہم حکم حجاب کے فوراً بعد مذکورہ وصف ''طہارتِ قلوب'' کو اس کی علت نہ مانیں تو یہ کلام ''عیب والا کلام'' شمار ہو گا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ ''طہارتِ قلوب'' حکمِ حجاب کی علت ہے' کیونکہ کلامِ الٰہی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

اصل سے فرع میں حکم کا اجراء:

جب حکم کی علت معلوم ہو گئی تو قیاس کے معروف اصول سے حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کی طرح عام اہل ایمان عورتوں کے لیے بھی ثابت ہو گیا۔ ارکانِ قیاس چار ہیں: اصل' فرع' حکم اور علت۔ مذکورہ آیت میں اصل ''ازواجِ مطہرات'' ہیں' فرع ''عام اہل ایمان کی عورتیں'' ہیں' حکم ''حجاب'' کا ہے اور علت ''طہارتِ قلب'' ہے۔ عام اہل ایمان عورتیں ازواجِ مطہرات کی نسبت ''طہارتِ قلوب'' کی زیادہ محتاج ہیں۔ لہٰذا جب علت کا اصل (ازواجِ

مطہرات) کی نسبت فرع (عام اہل ایمان عورتوں) میں زیادہ اثبات ہے تو حکم حجاب بھی ازواجِ مطہرات کی نسبت عام اہل ایمان عورتوں میں زیادہ تاکید کے ساتھ ہوگا۔

آیت حجاب کی عمومیت:

یہ آیۂ مبارکہ اُمہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ تمام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے۔ درج ذیل قرائن اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں۔

۱)۔ اصول تفسیر کا قاعدہ: اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ہے ''العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب''[۸۰] کہ تفسیر کرتے ہوئے الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سببِ نزول کا۔ یہ آیات تو اگرچہ اُمہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئیں' یعنی ان آیات کا سبب نزول خاص ہے' لیکن اعتبار سببِ نزول کی خصوصیت کا نہ ہوگا بلکہ الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ لہٰذا اس قاعدے کے مطابق اہل ایمان عورتیں بھی اُمہات المؤمنین کی طرح ان آیات کی مخاطب ہیں' کیونکہ قرآن کی اکثر آیات کا نزول کسی خاص سبب سے ہی ہوا ہے۔ اگر ہر آیت مبارکہ کو اس کے سبب نزول کے ساتھ ہی خاص کر دیا جائے تو قرآن کے ابدی احکامات ایک خاص دور کے خاص افراد کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں گے جو کہ اسلام کی ہمہ گیریت کے منافی ہے۔

۲)۔ اہل ایمان عورتوں کا عمل: صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ:

> كنّا نغطي وجوهنا من الرجال وكنا نمتشط قبل ذلك في الاحرام[۸۱]
>
> ''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔

لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ عام ہے۔

۳)۔ دلالت اُولیٰ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ہی ازواجِ مطہرات کو اُمت مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل نص ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات جو کہ تمام اُمت کی مائیں ہیں اور ان کے ساتھ نکاح کو بھی حرام ٹھہرایا گیا' اس کے باوجود اُن کو پردے کا حکم دیا گیا تو عام مسلمان عورتوں کے بارے میں شر کے خیالات پیدا ہونا ازواج مطہرات کی نسبت زیادہ آسان ہے' لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکامات بالاولیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

۴)۔ آیت مبارکہ کا سیاق وسباق: اس آیۂ مبارکہ کا سیاق وسباق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت عام ہے۔

آیت کے شروع میں ہی اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبیﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس طرح آپؐ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے اسی طرح عام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بعد آنے والی آیت بھی حکم حجاب کے عموم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي اٰبَآئِهِنَّ﴾

''ان کے اوپر ان کے باپوں کے بارے میں (اُن سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے''۔

اس آیۂ مبارکہ میں حجاب کے حکم سے مستثنیٰ افراد کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس استثناء کی عمومیت پر اجماع ہے۔ یعنی یہ جو مستثنیٰ افراد کی فہرست بیان کی گئی ہے' یہ فہرست صرف ازواجِ مطہرات کے لیے نہیں ہے' بلکہ یہ فہرست عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہے۔ جب مستثنیٰ عام ہے تو مستثنیٰ مِنه یعنی حکم حجاب بھی عام ہے' کیونکہ عام کا استثناء عام سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

لما أمر اللّٰه النساء بالحجاب عن الاجانب بين ان هولاء الاقارب لا يجب الاحتجاب منهم كما استثناهم فى سورة النور عند قوله تعالى ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ (۸۲)

''جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورتوں کو (مذکورہ آیت میں) حجاب کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ساتھ ان قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں کو سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔''

اس سورۃ کی آیت ۵۹ میں ''نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کے الفاظ سے اس بات کی مزید تاکید ہو جاتی ہے کہ یہ حجاب کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

۵) **جلیل القدر مفسرین کی آراء:** متقدمین و متاخرین مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس آیت مبارکہ کے حکم کو عام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک جلیل القدر مفسرین کی عبارات نقل کیے دیتے ہیں:

☆ **امام طبریؒ کی رائے:** علامہ ابن جریر طبری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب﴾ يقول: واذا سألتم ازواج رسول اللّٰه ﷺ ونساء المؤمنين اللواتى لسن لكم بازواج متاعا "فاسئلوهن من وراء حجاب" يقول: من وراء ستر بينكم وبينهن (۸۳)

''اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو''۔ یعنی جب تم اللہ کے رسولﷺ کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں' کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

☆ **علامہ قرطبی کی رائے:**

فى هذه الآية دليل على ان اللّٰه تعالى اذن فى مسألتهن من وراء حجاب فى

حاجة تعرض او مسئلة يستفتين فيها ويدخل فى ذلك جميع النساء بالمعنى وبما تضمنة اصول الشريعة من ان المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك الا لحاجة(٨٥)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے کسی ضرورت کے تحت یا فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں' کیونکہ شریعت کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے' اس کا سارا جسم بھی اور آواز بھی پردہ ہے' جیسا کہ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ پس عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔''

☆ امام ابوبکر الجصاص کی رائے: امام ابوبکر الجصاص اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وهذا الحكم وان نزل خاصا فى النبى وازواجه فالمعنى عام فيه وفى غيره اذ كنا مأمورين باتباعه والاقتداء به الا ما خصه الله به دون أمته(٨٥)

''یہ حکم اگرچہ نبی ﷺ اور آپؐ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم آپؐ اور آپؐ کے غیر دونوں کو شامل ہے' کیونکہ ہمیں ہر بات میں آپؐ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے' سوائے ان احکامات کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمت کے علاوہ آپؐ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔''

۶) اصول فقہ کا قاعدہ: علم الاصول کا یہ قاعدہ ہے کہ واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے' کیونکہ سببِ تکلیف میں سب برابر ہیں' اِلّا یہ کہ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ علامہ البانی اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

اذا خاطب الشارع الحكيم فردا من الامة او حكم عليه بحكم فهل يكون هذا الحكم عاما فى الامة' الا اذا قام دليل التخصيص؟ او يكون خاصا بذلك المخاطب؟ اختلف فى ذلك علماء الاصول' والحق الاوّل' وهو الذى رجحه الشوكانى وغيره من المحققين(٨٦)

''جب شارع حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُمت کے کسی فرد سے خطاب کریں یا اس کو کوئی حکم جاری کریں تو کیا یہ حکم تمام اُمت کے لیے عام ہوگا سوائے اس کے کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو؟ یا یہ حکم اس مخاطب کے ساتھ خاص ہوگا؟ علمائے اصول کا اس مسئلے میں اختلاف ہے' لیکن پہلا قول حق ہے اور اسی قول کو امام شوکانی اور دوسرے محققین نے ترجیح دی ہے۔''

علامہ شنقیطی مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن الأدلة على ان حكم آية الحجاب عام : هو ما تقرر فى الاصول من ان خطاب الواحد يعم حكمه جميع الامة ولا يختص الحكم بذلك الواحد

المخاطب(۸۷)

''آیۂ حجاب کے بیان کردہ حکم کے عام ہونے میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے جسے آپ علم الاصول میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں: ''واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے اور حکم اس اکیلے واحد مخاطب سے متعلق نہیں ہوتا۔''

مذکورہ بالا اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب عام ہے اور اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

منکرین حجاب کی دو غلط فہمیاں اور ان کا جواب

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اس آیت کی تفہیم میں دو بنیادی غلطیوں کا شکار ہیں' جو کہ درج ذیل ہیں:

۱) حجاب سے کیا مراد ہے؟

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں لفظ حجاب سے مراد لباس یا پہناوا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کوئی اوٹ ہے چاہے وہ کسی دروازے کی ہو یا دیوار وغیرہ کی' اسی لیے یہ علماء کہتے ہیں کہ یہاں حکم چہرہ چھپانے کا نہیں ہے بلکہ اپنی ذات چھپانے کا ہے اور ازواج مطہرات کو یہاں اپنی ذات چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اس آیت مبارکہ سے عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً قاضی عیاض لکھتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصصن به' فهو فرض عليهن بلاخلاف في الوجه والكفين فلا يجوز لهن كشف ذلك في شهادة ولا غيرها ولا اظهار شخوصهن وان كن مستترات (۸۸)

''حجاب کی فرضیت ازواجِ مطہرات کے لیے خاص ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کے لیے چہرے اور ہاتھوں دونوں کا چھپانا واجب تھا اور ان کے لیے شہادت یا اس قسم کے دوسرے معاملات میں بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہ تھا' اور ان کے لیے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں پر ظاہر کریں چاہے وہ پردے میں ہی کیوں نہ ہوں۔''

یہ مؤقف سراسر غلط ہے اس کے غلط ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱)۔ حجاب کا لفظ آڑ' اوٹ یا پردے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الحجاب : الستر ...... والحجاب ما احتجب به وكل ما حال بين شيئين حجاب (۸۹)

''حجاب سے مراد ''پردہ'' ہے۔ اور حجاب کا لفظ ہر اُس چیز کے لیے مستعمل ہے جس کے ذریعے پردہ کیا جائے اور ہر وہ چیز جو کہ دو اشیاء کے درمیان آڑ ہو حجاب کہلاتی ہے۔''

گویا کہ ہر وہ چیز جس کو آڑ' اوٹ یا پردے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو وہ حجاب ہے چاہے وہ دیوار ہو' دروازہ

ہو'لباس ہو یا دیگر کپڑے ہوں۔لغت عربی کے اعتبار سے لفظ حجاب عام ہے' چاہے کسی قسم کی رکاوٹ ہی کیوں نہ ہو' اس کو حجاب کہیں گے۔

۲)۔صحیح احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ازواج مطہرات کو ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی تھی' ان کے لیے پردے میں لوگوں کے سامنے آنے کی رخصت تھی۔ابنِ حجرؒ قاض عیاضؒ کے اس موقف کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولیس فیما ذکرہ دلیل علی ما ادعاہ من فرض ذلك علیهن وقد کن بعد النبی یحججن ویطفن وکان الصحابة ومن بعدهم یسمعون منهن الحدیث وهن مستترات الابدان لا الاشخاص (۹۰)

''قاضی عیاض نے جو بات کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ ان پر فرض تھا۔ نبیﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی بیویاں (نفلی) طواف اور حج کرتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان سے حدیث سنتے اس حال میں کہ انہوں نے اپنے اجسام کو چھپایا ہوتا تھا نہ کہ اپنی ذات کو''۔

۳)۔اس آیۂ مبارکہ میں ذات کو چھپانا مقصود کلام نہیں ہے' بلکہ جسم کو چھپانا کلام کا مقصود ہے' چاہے کپڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری اس رائے کی تائید جلیل القدر مفسرین کی آراء سے بھی ہوتی ہے۔

☆ابن جریر طبری کے نزدیک حجاب کا مفہوم: ابن جریر طبری آیت ﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ کی تعبیر میں فرماتے ہیں:

سوالکم ایاهن المتاع اذا سألتموهن ذلك من وراء حجاب اطهر لقلوبکم وقلوبهن من عوارض العین فیها التی تعرض فی صدور الرجال من امر النساء وفی صدور النساء من أمر الرجال واحدی من ان لا یکون للشیطان علیکم وعلیهن سبیل (۹۱)

''تمہارا ان ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے' یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں میں بھی آنکھ سے پیدا ہونے والے غلط جذبات و خیالات کو پاک کرنے والی ہے جو کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں سے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں سے متعلق پیدا ہوتے ہیں' اور زیادہ مطلوب یہی ہے کہ تمہارے معاملے میں یا ان کے معاملے میں شیطان کو کوئی راستہ نہ مل سکے''۔

☆امام رازی کے نزدیک لفظ حجاب کا مفہوم: امام رازی فرماتے ہیں:

قوله ﴿فاسئلوهن من وراء حجاب﴾ امر بسدل الستر علیهن وذلك لایکون الا بکونهن مستورات محجوبات وکان الحجاب وجب علیهن (۹۲)

''﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیں اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ پردے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان پر حجاب واجب تھا''۔

۲) حجاب کی علت:

عام طور پر منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ حجاب کے حکم کی اس علت کو نظر انداز کرتے ہوئے جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے' اور اس کی جگہ حکم حجاب کے لیے' ازواج مطہرات کے احترام و اکرام کو حکم کی علت بناتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور ازواجِ مطہراتؓ ہمارے لیے حد درجہ قابلِ احترام و اکرام ہیں' لیکن مذکورہ بالا آیت میں دیے گئے حکمِ حجاب کی علت بہرحال آپؐ یا ازواجِ مطہرات کا احترام و اکرام نہیں ہے' بلکہ اس حکم کی اصل علت تطہیر قلوب ہے جو کہ نص میں بیان ہوگئی ہے۔

جو لوگ ''حرمتِ ازواج'' کو حکم حجاب کی علت بناتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ حرمت صرف ازواج کے لیے مخصوص تھی کہ ان کو تو حجاب کا حکم دے دیا اور بیٹیوں کے لیے یہ حرمت ثابت نہیں ہوتی' اس لیے بیٹیوں کو حجاب کا حکم نہ تھا؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ تمام منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب ازواج مطہرات کے لیے تو پردہ واجب قرار دیتے ہیں' لیکن آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے کسی قسم کے پردے کا اثبات نہیں کرتے۔ ہمارا ان حضرات سے یہ سوال ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیوں کے لیے پردہ تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور اگر نہیں تھا تو جو علت ازواج مطہرات کے پردے کے حوالے سے آپ یا منکرین حجاب بیان کر رہے ہیں اس علت سے آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے بھی پردہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بعض بیٹیاں' آپؐ کی بعض بیویوں سے بھی عزت و حرمت میں بڑھ کر ہیں' جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے: ((سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ))(۹۳) کہ ''آپؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل قطعی ہیں اور اس آیت مبارکہ میں سے ثابت ہونے والا حکم حجاب ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں' دونوں کے لیے ہے۔

فصل چہارم:

آیت قواعد

چہرے کے پردے کی کی تیسری دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

﴿وَالْـقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (النور)

''اور بڑی بوڑھی عورتوں میں سے وہ جو کہ نکاح کی امید نہیں رکھتیں' تو ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (اضافی) کپڑے اتار رکھیں اس حال میں کہ وہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں۔اور اگر وہ بچ کر رہیں تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے' اور اللہ تعالیٰ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ میں بوڑھی عورتوں کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے اضافی کپڑے مثلاً جلباب وغیرہ اتار دیں اور ان کا چہرہ ظاہر بھی ہو جائے تو ان کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اس رخصت کو دو شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا:

۱) وہ عورتیں ایسی ہوں کہ جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح سے مایوس ہو چکی ہوں' یعنی نہ ہی ان کو حیض آتا ہو' نہ ہی حمل ٹھہرنے کی کوئی امید ہو' نہ ان کے اندر کوئی جنسی خواہش ہو اور نہ ان کے حوالے سے کسی کو جنسی خواہش پیدا ہو سکتی ہو۔

۲) دوسری شرط یہ لگائی کہ وہ عورتیں زیب و زینت کے ساتھ یعنی بناؤ سنگھار کر کے اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں' اگر وہ کھلے چہرے کے ساتھ اجنبی افراد کے سامنے آنا چاہتی ہیں تو انہیں بغیر میک اپ کے سادہ چہرے کے ساتھ اجنبیوں کے سامنے آنے کی رخصت ہے۔

لیکن ان دو شرائط کے بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ: ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ''اگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے''۔یعنی اگر وہ پردہ کریں تو یہ ان کے لیے افضل ہے' اگر نہ کریں تو رخصت ہے۔

ثیاب سے مراد:

ثیاب سے مراد اضافی کپڑے ہیں' مثلاً جلباب یا نقاب وغیرہ' نہ کہ دوپٹہ یا سینے کو ڈھانپنے والی چادر' جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔

ابن جریر طبری ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فلیس علیھن حرج ولا اثم ان یضعن ثیابھن یعنی جلابیبھن وھی القناع الذی یکون فوق الخمار والرداء الذی یکون فوق الثیاب لا حرج علیھن ان یضعن ذلك عند المحارم من الرجال وغیر المحارم من الغرباء غیر متبرجات بزینة [٩٤]

''ان (بوڑھی عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے کپڑے یعنی جلباب وغیرہ اتار کر رکھ دیں' اور جلباب سے مراد وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر لیا جاتا ہے اور وہ چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر لی جاتی ہے۔ان عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ یہ نقاب یا چادر اپنے محرم اور غیر محرم افراد کے سامنے اتار رکھیں' لیکن زینت ظاہر نہ کریں۔''

امام بغوی آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يعنى يضعن بعض ثيابهن وهى الجلباب والرداء الذى فوق الثوب والقناع الذى فوق الخمار فأما الخمار فلا يجوز وضعه (٩٥)

''(کپڑے اتارنے سے) مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بعض کپڑے اتار رکھیں اور وہ جلباب اور چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر ہوتی ہے یا وہ نقاب جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔ جہاں تک دوپٹے کا تعلق ہے اس کا اتارنا جائز نہیں ہے۔''

علامہ زمخشری ''ثیاب'' کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمراد بالثياب الظاهرة كالملحفة والجلباب الذى فوق الخمار (٩٦)

''ثیاب'' سے مراد وہ کپڑے ہیں جو کہ ظاہر ہوں (یعنی اوپر اوڑھے ہوں۔مثلاً اوڑھنی) اور جلباب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔''

قناع اور جلباب کا مفہوم:

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کا یہ دعوی ہے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قناع اور جلباب کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور قناع اور جلباب کے الفاظ عربی لغت کے مطابق ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو کہ سر ڈھانپنے کے لیے ہوں۔

ہمارے خیال میں ان حضرات کا یہ دعوی غلط ہے اہل عرب کے ہاں یہ الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے سر ڈھانپا جاتا ہو اور ایسے کپڑوں کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے چہرہ ڈھانپا جاتا ہو۔اور آیت جلباب کے نزول کے بعد اہل شرائع (صحابہ' تابعین' فقہاء اور علماء) کے ہاں ان الفاظ کا استعمال اغلب طور پر چہرہ ڈھانپنے کے معنوں میں ہے اور ہمارے اس دعوی کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱)۔ عن يعقوب قال حدثنا ابن علية عن ابن عون عن محمد عن عبيدة فى قوله تعالىٰ: ﴿يٰـاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِاَّزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ فلبسها عندنا ابن عون قال ولبسها عندنا محمد قال محمد ولبسها عندى عبيدة قال ابن عون بردائه فتقنع به فغطى انفه وعينه اليسرى واخرج عينه اليمنى واوخى رداء ه من فوق حتى جعله قريبا من حاجبه او على الحاجب (٩٧)

''یعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا' وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿يٰـاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِاَّزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلباب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپا لی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے نیچے کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ابرو تک پہنچایا اور ابرو کو بھی چھپا لیا۔'' یہ روایت صحیح ہے۔علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔اس پر مفصل بحث ہم آگے چل کر

کریں گے۔

۲)۔ عن انس قال رای عمر امة لنا متقنعة فضر بها وقال لا تشبهی بالحرائر[۹۸]

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ
اختیار نہ کرو'' یہ روایت صحیح ہے۔علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

۳)۔فعرفنی حین رآنی و کان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی' فخمرت وجهی بجلبابی' و فی روایة "فسترت وجهی عنه بجلبابی"[۹۹]

''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہوگئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا''۔اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپالیا''۔

ان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی عربی زبان میں قناع اور جلباب کے الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے تھے کہ جن سے عورت اپنا سر ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی ڈھانپتی تھی ۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں عورتیں جلباب وغیرہ گھر میں بھی پہن لیتی تھیں' جلباب دراصل ایک بڑی چادر ہوتی تھی جس کو عورتیں جب گھر میں ہوتی تھیں تو عموماً سر پر اوڑھے رکھتی تھیں یا نماز میں اسے اپنا جسم چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں لیکن جب گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اسی چادر کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کر لیتی تھیں۔

آیت ہٰذا سے چہرے کے پردے پر استدلال؟

آیت مبارکہ میں ''فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ'' کے الفاظ کے ذریعے ''اَلْقَوَاعِد'' یعنی بوڑھی عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے اور اس کا '' مفہوم مخالف'' یہ ہے کہ جو عورتیں جوان ہیں اور وہ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں 'اگر وہ پردہ نہ کریں گی تو گناہگار ہوں گی۔آیت کے الفاظ ہیں:''فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ'' کہ ان بوڑھی عورتوں پر گناہ نہیں ہے۔گویا کہ کچھ ہیں جن پر گناہ بھی ہے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو کہ بوڑھی نہ ہوں' یعنی جوان ہوں۔استدلال کا یہ طریقہ کار اصولیین کے نزدیک مفہوم مخالف کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ''مفہومِ مخالف'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھو دلالة الکلام علی نفی الحکم الثابت للمذکور عن السکوت ' لانتفاء قید من قیود المنطوق ویسمی دلیل الخطاب لان دلیله من جنس الخطاب اولأن الخطاب دل علیه[۱۰۰]

''مفہومِ مخالف سے مراد یہ ہے کہ جو حکم (خطابِ الفاظ سے) سے ثابت ہو رہا ہے کلام اس کے برعکس حکم کی نفی پر دلالت کرے اور اس کی وجہ منطوق کی قیود میں کسی قید کا نہ ہونا ہو' اس کو ''دلیلِ خطاب'' بھی کہتے ہیں' کیونکہ

یہ دلیل جنسِ خطاب میں سے ہے یا خطاب اس پر دلالت کرتا ہے۔''

پس اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وہ نوجوان عورت کہ جس کی طرف مردوں کے میلان کا امکان ہو اُس کا بغیر چہرہ ڈھانپے گھر سے باہر نکلنا باعث گناہ ہے۔

حواشی:

١)۔فتح الباری، ج٨، ص ٥٣٠، المکتبة السلفیة

٢)۔مراتب الاجماع ،علامہ ابن حزم،ص٥٣،دار ابن حزم

٣)۔صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب اجرالحاکم اذا اجتهد

٤)۔حجاب المرأة المسلمة، علامہ البانی، ص ٥

٥)۔حجاب المرأة المسلمة، علامہ البانی، ص ٧

٦)۔حجاب المرأة المسلمة، علامہ البانی، ص ٨

٧)۔حجاب المرأة المسلمة، علامہ البانی، ص ٢٧

٨)۔أصول الفقه الاسلامی،الدکتور وهبه الزحیلی،جلد١،ص٧٦،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

٩)۔صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ﴾

١٠)۔جامع البیان فی تاویل القرآن، ابن جریر طبری، ج٩، ص ٣٠٦، دارالمکتب العلمیة بیروت

١١)۔معانی القرآن، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء، ج٢، ص ٣٤٩ مطبعة دارالسرور

١٢) احکام القرآن، ابوبکر الجصاص، ج ثالث، ص ٣٧٥، مطبعة دارالکتب العربی بیروت

١٣)۔معالم التنزیل ، امام بغوی، ج٥، ص ١٦٠، دارالکتب العلمیة بیروت

١٤)۔الکشاف، علامة زمخشری، ج ثالث، ص ٢٧٤، مطبعة انتشارات آفتاب، تهران

١٥)۔زاد المسیر فی علم التفسیر، علامہ ابن جوزی، ج٦، ص ٤٢٢، مطبعة المکتب الاسلامی دوحه قطر

١٦)۔التفسیر الکبیر، امام رازی، ج٢٥، ص ٢٣٠، دارالکتب العلمیة، طهران

١٧)۔انوار التنزیل واسرار التاویل، امام بیضاوی، ج٥، ص ١٣٨، مطبعة العامره۔

١٨)۔مدارك التنزیل، امام نسفی، ج٥، ص ١٣٨، مطبعة العامرة

١٩)۔لباب التاویل فی معانی التنزیل، امام خازن، ج٥، ص ١٣٨، مطبعة العامرة

٢٠)۔البحر المحیط، علامة ابن حیان الاندلسی، ج٧، ص ٢٥٠، مطابع الضر الحدیثیة الریاض

٢١)۔الجامع لاحکام القرآن، امام قرطبی، ج٧، ص ٢٤٣، داراحیاء التراث العربی بیروت

٢٢)۔تفسیر القرآن العظیم، علامہ ابن کثیر، ج٣، ص ٥٦٩، دارالسلام ریاض

٢٣)۔تفسیر جلالین ، امام محلی و سیوطی، ص ٥٦٣،دارالعربیة

٢٤)۔اللباب، ابن عادل الحنبلی، ج٥، ص ٥٨٨ دارالکتب العلمیة، بیروت

٢٥)۔نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، برهان الدین البقاعی، ج٥، ص ٤١٢، مکتبه ابن تیمیه بیروت

٢٦)۔المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ابن عطیه الاندلسی، ج١٢، ص ١١٦
٢٧)۔تفسیر التحریر والتنویر، ابن عاشورا، ج٢٢، ص ١٠٧
٢٨)۔فتح القدیر، امام شوکانی، ج٤، ص ٣٠٤، دارالفکر بیروت
٢٩)۔روح المعانی، علامه آلوسی، جلد٢٢، ص ٨٩
٣٠)۔فتح البیان فی مقاصد القرآن، علامه قنوجی، ج١١، ص ١٤٣، اداره احیاء التراث الاسلامی بیروت
٣١)۔التفسیر المنیر لمعالم التنزیل، محمد بن عمر الجاری النووی، ج٢، ص ١٨٩، دارالفکر، بیروت
٣٢) تفسیر المراغی، احمد مصطفیٰ المراغی، ج٢٢، ص ٣٦ اداره احیاء التراث العربی، بیروت
٣٣)۔تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، الشیخ علامه عبدالرحمن ناصر السعدی، ص ٦١٨، مؤسسة الرسالة بیروت
٣٤)۔اضواء البیان، علامه شفقیلی، ج٦، ص ٥٨٦
٤٥)۔تفسیر القرآن بکلام الرحمن ،ابوالوفاء ثناء الله امرتسری، دارالسلام ریاض
٣٦)۔تفسیر مظهری، قاضی ثناء الله پانی پتی، جلد٧، ص ٣٨٤
٣٧)۔أیسر التفاسیر، الشیخ أبو بکر جابر الجزائری،ص ٥٨٠
٣٨)۔ البحر المدید ،ابن عجیبه الحسنی، جلد٦، ص٥٣،دار الکتب العلمیه بیروت۔
٣٩)۔التفسیر المنیر، الدکتور وهبه الزحیلی، جلد٢٢، ص١٠٦، دار الفکر دمشق
٤٠)۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب، ج٧، ص ٢٣٥، ادارة المعارف کراچی
٤١)۔تفهیم القرآن، مولانا مودودی، ج٤، ص ١٢٩، اداره ترجمان القرآن لاهور
٤٢)۔ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، ج٣، ص ٢١٥، اسلامی اکادمی لاهور
٤٣)۔تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ج٦، ص ٢٦٩، فاران فاؤنڈیشن، لاهور
٤٤)۔ضیاء القرآن، پیر کرم شاه صاحب، ج٤، ص ٩٥، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاهور
٤٥)۔احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف، ص ٥٥٨، مکتبه دارالسلام، لاهور
٤٦)۔معارف القرآن،حضرت مولانا محمد ادریس کاندهلوی، ج٥، ص ٥٤٥، مکتبه عثمانیه جامعه اشرفیه لاهور
٤٧)۔تفسیر عثمانی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ٥٦٨، مجمع الملك فهد سعودية
٤٨)۔اضواء البیان، علامه شنقیطی، ج٦، ص ١٩٨۔
٤٩)۔تفیسر کشاف،علامه زمخشری ،سوره النور:٣١
٥٠)۔الموافقات، امام شاطبی، ج٢، ص ١٢۔
٥١)۔صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأة عن الرجل۔
٥٢)۔صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ)
٥٣)۔فتح الباری، ج٨، ص ٤٩٠، المکتبة السفلیة۔
٥٤)۔تفسیر طبری ، ابن جریر طبری، ج٩، ص ٣٠٤۔
٥٥)۔المستدرك علی الصحیحین، ج٢، ص ٣٩٧، مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت۔

٥٦)۔المستدرك على الصحيحين، ج٢، ص ٣٩٧، مكتب المطبوعات الاسلامية، بيروت۔
٥٧)۔تلفيق الذهبى على المستدرك، ج٢، ص ٣٩٧، بيروت۔
٥٨)۔صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ابى بكر الصديق رضی اللہ عنہ۔
٥٩)۔صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم يعمل۔
٦٠)۔المنهاج بشرح صحيح مسلم، امام نووى ج١، ص ٣٣، دارالفكر بيروت۔
٦١)۔تنقيح الانظار، علامه محمد بن ابراهيم الصنعانى، ج١، ص ٣٥۔
٦٢)۔تقريب التهذيب،علامه ابن حجر، ج٢، ص ٧٣۔
٦٣)۔ميزان الاعتدال ابوعبدالله محمد بن احمد الذهبى، ج٤، ص ٢٧٠، دار المعرفة بيروت۔
٦٤)۔ميزان الاعتدال، ابوعبدالله محمد بن احمد الذهبى، ج٤، ص ٢٧٠۔
٦٥)۔ رواه النسائى، كتاب الزينة، باب ذيول النساء ۔
٦٦)۔تفسير طبرى، علامه ابن جرير طبرى، ج٩، ص ٣٠٤۔
٦٧)۔تهذيب الكمال، جمال الدين يوسف المزى، ج٧، ص ١٠٣، مؤسسة الرسالة، بيروت۔
٦٨)۔السنن الكبرى، امام بيهقى، كتاب النكاح، باب ما تبدى المرأة من زينتها۔
٦٩)۔تهذيب الكمال، امام مزى، ج١، ص ٥٤۔
٧٠)۔مصنف ابن ابى شيبة، كتاب النكاح، باب ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾
٧١)۔تهذيب الكمال، ج٣، ص ٣٥٩، امام مزى۔
٧٢)۔ابن عطيه الاندلسى المحرر الوجيز، ج١٠، ص ٤٨٨، ٤٨٩۔
٧٣)۔ *پردہ اور قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ص ۷۔*
٧٤)۔تفسير الطبرى، ابن جرير طبرى، ج٩، ص ٣٠٥۔
٧٥)۔تهذيب الكمال، امام مزى، ج٥، ص ٢٦٢۔
٧٦)۔رواه البخارى، كتاب التفسير، باب قوله ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ......﴾
٧٧)۔ رواه البخارى، كتاب التفسير، باب قوله ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ......﴾
٧٨)۔ارشاد الفحول، امام شوكانى، ص ١٩٧۔
٧٩)۔اضواء البيان، علامه شنقيطى، جلد٦، ص ٥٨٥۔
٨٠)۔القواعد الحسان، عبدالرحمن بن ناصر السعدى، ص ٧، مكتبة المعارف الرياض۔
٨١)۔المستدرك على الصحيحين، امام حاكم، جلد١، ص ٤٥٤۔
٨٢)۔تفسير ابن كثير، علامه ابن كثير، جلد٣، ص ٥٥٦، مطبعة دارالسلام رياض۔
٨٣)۔تفسير طبرى، ابن جرير طبرى، جلد١٠، ص ٣٢٥،دارالكتب العلمية بيروت۔
٨٤)۔الجامع لاحكام القرآن، امام قرطبى، جلد٧، ص ٢٢٧،مكتبة الغزالى دمشق۔
٨٥)۔احكام القرآن، امام ابوبكر الجصاص، جلد٣، ص ٣٧٠، دارالكتاب العربى بيروت۔
٨٦)۔تمام المنة، علامه البانى، ص ٤١، دار الراية رياض۔
٨٧)۔اضواء البيان، علامه شنقيطى، جلد٦، ص ٥٨٩۔

۸۸)۔فتح الباری، علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد۸، ص ۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ۔

۸۹)۔لسان العرب، ابن منظور الافریقی، جلد ۱، ص ۲۹۸، دار صادر بیروت۔

۹۰)۔فتح الباری، علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد۸، ص ۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ۔

۹۱)۔تفسیر طبری، ابن جریر طبری، جلد ۱۰، ص ۳۲۵،دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

۹۲)۔تفسیر کبیر، امام رازی، جلد۱۳، ص ۲۲۶،دارالکتب العلمیۃ طہران۔

۹۳)۔رواہ البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ۔

۹۴)۔تفسیر طبری، ابن جریر طبری، جلد۹، ص ۳۴۸،دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

۹۵)۔تفسیر بغوی، امام بغوی، جلد٤، ص ٤٤۹،دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

۹٦)۔تفسیر کشاف، علامہ زمخشری، جلد۳، ص ۸٦، طہران۔

۹۷)۔تفسیر طبری، ابن جریر طبری، جلد ۱۰، ص ۳۳۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

۹۸)۔مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، باب فی الامۃ تعلی لغیر الخمار۔

۹۹)۔صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ﴾

۱۰۰)۔اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر وہبہ الزہیلی، جلد ۱، ص ۳٦۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

باب دوم

چہرے کا پردہ: احادیث مبارکہ کی روشنی میں

فصل اول:

مثبتین حجاب کے دلائل

اب تک ہم نے قرآنی آیات کی روشنی میں چہرے کے پردے کے بارے میں شارع سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم اُن احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جو چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی احادیث ہیں جو کہ پہلے بھی اس سلسلۂ مضامین میں بیان ہو چکی ہیں اور بعض ایسی روایات ہیں جو ابھی تک بیان نہیں ہوئیں۔ ہم نے ان سب روایات کو جمع کر دیا ہے۔ ان روایات کو قرآنی آیات کی روشنی میں سمجھیں تو مسئلہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن کی کسی آیت کی صحیح تفسیر اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اسے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں رکھ کر اسے سمجھیں۔ ان روایات میں بیان کردہ صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب کی نازل شدہ آیات کا کیا مفہوم سمجھا تھا۔ یہ روایات دراصل قرآنی آیات کی تفسیر و تبیین ہیں جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر ڈالی گئی تھی۔ اور دوسری طرف یہ احادیث صحابہ کرامؓ کے اس فہم کو بھی متعین کر رہی ہیں جو انہیں یہ آیات سننے کے بعد حاصل ہوا۔ گویا کہ یہ روایات ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال و افعال کے حوالے سے تفسیرِ رسولؐ کی طرف رہنمائی فرما رہی ہیں اور دوسری طرف صحابیاتؓ کے فرمودات و طرزِ عمل کے ذریعے تفسیر صحابی بھی بیان ہو رہی ہے۔ ان روایات پر حکم لگاتے وقت بخاری و مسلم کی احادیث پر حکم نہیں لگایا گیا' کیونکہ ان دونوں کتابوں کی بیان کردہ احادیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ البتہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث سے لی گئی روایت کا حکم بھی مختصراً ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

چہرے کا پردہ صحیح اور حسن روایات کی روشنی میں:

ان روایت کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے بعض وہ روایت ہیں جو کہ صراحتاً ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے پر دلالت کر رہی ہیں اور بعض وہ ہیں جو کہ اشارتاً چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلے ہم ان روایت کو بیان کر رہے ہیں جو کہ اس مسئلے میں صریح ہیں۔

۱) عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى

وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ (۱)

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔''

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے جو کہ غلط ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا' بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفرِ حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ حدیث عام ہے اور اس کی عمومیت کی تائید اگلی روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

ہمارے ایک ناقد نے کہا ہے یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ تو قولِ صحابی ہے' ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ صاحب حدیث کی تعریف سے بھی ناواقف اور جاہل ہیں کیونکہ حدیث تقریری یہی تو ہوتی ہے کہ کوئی صحابی اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کرے اور اللہ کے رسول ﷺ اس پر خاموشی اختیار کریں۔

ہمارے بعض ناقدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی کے اقوال متناقض ہیں' علامہ نے اس حدیث کو ضعیف ابو داؤد (رقم:۱۸۳۳) میں ''ضعیف'' کہا ہے جبکہ حجاب المرأۃ المسلمہ (ص۳۲) اور مشکاۃ المصابیح (رقم:۲۶۹۰) میں اس کو ''صحیح'' کہا ہے اسی طرح علامہ نے جلباب المرأۃ المسلمہ (ص۱۰۸) میں اس کو ''حسن فی الشواہد'' کہا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کیونکہ ایک حدیث' سند میں کسی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے فی نفسہ ضعیف ہوتی ہے لیکن اپنے جیسی بعض ہم معنی احادیث کی تائید کی صورت میں حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ اس روایت کی تائید اور شواہد سے ہوتی ہے جیسا کہ علامہ البانی نے لکھا ہے اس لیے یہ روایت حسن ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہے' جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس راوی کا ضعیف ہونا ائمہ محدثین کے نزدیک اتفاقی نہیں ہے اس لیے امام مسلم نے اس سے حدیث نقل کی ہے اور امام ذھبی نے اسے صدوق کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کا ضعف ایسا ہے کہ اگر اس معنی کی اس جیسی کچھ اور روایات مل جائیں تو یہ ضعف دور ہو سکتا ہے۔ علامہ البانی نے اس روایت کو اس کے شواہد کی وجہ سے حسن کہا ہے اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

۲) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)) (۲)

''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھذا مما یدل علی ان النقاب والقفازین کانا معروفین فی النساء اللاتی لم یحرمن وذلک یقتضی ستر وجوھھن وایدیھن (۳)

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں''۔

جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا۔گویا کہ جب عورتیں حالت احرام میں نہ ہوں تو اُس وقت وہ نقاب اور دستانے پہنیں گی۔

ہمارے بعض ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ پہلی اور دوسری روایت آپس میں متضاد ہیں۔پہلی روایت میں حالت احرام میں چہرہ چھپانے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں حالت احرام میں نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب کرنے سے منع کیا گیا نہ کہ چہرہ چھپانے سے' اور نقاب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کہ خاص طور پر چہرہ چھپانے کے لیے سلوایا گیا ہو۔دوسری حدیث میں عورت کو حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے لیے سلا ہوا کپڑا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً برقع وغیرہ' ہاں اگر عورت کسی ایسے کپڑے سے اپنا چہرہ حالت احرام میں چھپا لے کہ جو اس مقصد کے لیے نہ سلوایا گیا ہو تو جائز ہے چاہے یہ کپڑا اس کے چہرے سے بھی مس کر رہا ہو۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

و لو غطت المرأة وجهها بشیء لا یمس الوجه جازبالاتفاق و ان کان یمسه فالصحیح انه یجوز أیضا و لا تکلف المرأة أن تجافی سترتها عن الوجه لا بعود ولا بید و لا غیر ذلك فان النبی ﷺ سوی بین وجهها و یدیها و کلاهما کبدن الرجل لا کرأسه و وأزواجه کن یسدلن علی وجوههن من غیر مراعاة المجافاة و لم ینقل احد من أهل العلم عن النبی ﷺ أنه قال احرام المرأة فی وجهها و انما هذا قول بعض السلف لکن النبی ﷺ نهاها أن تنتقب أو تلبس القفازین کما نهی المحرم أن یلبس القمیص و الخف مع أنه یجوز له أن یستر یدیه و رجلیه باتفاق الأئمة و البرقع اقوی من النقاب فلهذا ینهی عنه باتفاقهم و لهذا کانت المحرمة لا تلبس مایصنع لستر الوجه کالبرقع و نحوه فانه کالنقاب(٤)

اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپا لے جو اس کے چہرے کو مس نہ کرے تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ ایسی چیز سے اپنا چہرہ چھپائے کہ جس اس کے چہرے کو مس کر رہی ہو تو صحیح قول یہ ہے یہ بھی جائز ہے عورت کو اس بات کا مکلّف نہیں بنایا جا سکتا کہ وہ چہرہ چھپانے والے کپڑے کو اپنے چہرے سے کسی لکڑی یا ہاتھ یا کسی اور چیز کے ذریعے دور رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو برابر قرار دیا ہے اور ان دونوں کا حکم وہی ہے جو کہ مرد کے بدن کا حکم ہے اور ان دونوں کو مرد کے سر کے ساتھ تشبیہ دینا جائز نہیں ہے۔آپ کی بیویاں اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیا کرتی تھیں اور اس بات کا

لحاظ نہیں کرتی تھیں کہ وہ ان کے چہرے سے علیحدہ رہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے آپؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ ''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔ یہ بعض سلف کا قول ہے۔لیکن آپ نے عورت کا نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا ہے جیسا کہ مرد کو قمیص اور موزے پہننے سے'اور مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں حالت احرام میں چھپا سکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ برقع'نقاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اس لیے اس کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے۔اس لیے حالت احرام میں عورت ایسا لباس نہیں پہنے گی جو کہ چہرہ چھپانے کے لیے ہی بنایا گیا ہو جیسا کہ برقع وغیرہ ہے جو کہ نقاب ہی کی ایک شکل ہے۔

ہمارے بعض ناقدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا'زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے عورتیں حالت احرام کے علاوہ حالت میں پردہ کرتی تھیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دعوی کیا ہی نہیں ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے بلکہ ہم تو اس باب کے شروع میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ زیادہ تر احادیث سے زیادہ سے زیادہ ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابیات چہرے کا پردہ کرتی تھیں اور گھر سے باہر نکلتے وقت چہرے کو چھپانا ان کے ہاں معروف تھا۔ان احادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ چہرے کا پردہ بدعت نہیں جیسا کہ بعض منکرین حجاب کا خیال ہے لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابیات جو یہ عمل کرتی تھیں اس کا درجہ کیا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا درجہ وجوب کا ہے کیونکہ صحابیات کا اپنے چہرے کو چھپانا درحقیقت آیت حجاب' آیت زینت' آیت جلباب وغیرہ پر عمل تھا اور ان آیات سے جس طرح چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس پر ہم تفصیل سے پہلے باب میں گفتگو کر چکے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک چہرے کے پردے کے وجوب کے اصل دلائل قرآنی دلائل ہیں اس کے علاوہ جو چار قسم کے دلائل کا ہم نے تذکرہ کیا ہے وہ قرآنی دلائل کی تشریح و توضیح کے طور پر کیا ہے نہ کہ مستقل دلائل کے طور پر'اگر کسی نے ہم پر نقد کرنی ہے تو ان قرآنی دلائل کے حوالے سے کرے کہ جن پر ہم نے اپنے مؤقف کی بنیاد رکھی ہے۔

۳) حضرت عائشہؓ 'قصة الافك'' والی روایت میں حضرت صفوانؓ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

وَکَانَ رَآنِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَیْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِیْنَ عَرَفَنِیْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِیْ بِجِلْبَابِیْ (۵)

''اور انہوں نے مجھے حجاب (کے حکم کے نزول) سے پہلے دیکھا تھا' ان کے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ'' کہنے کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی' جبکہ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا' پس میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب سے ڈھانپ لیا''۔

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل ہم باب اول میں ذکر کر چکے ہیں۔اس حدیث کو ''آیۃ الجلباب'' یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس حدیث کی عمومیت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

٤) عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : یَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾ شَقَّقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا (٦)

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے! جب یہ آیت ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا''۔

ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فاختمرن أی غطین وجوهھن یعنی حضرت عائشہؓ کے قول ''فَاخْتَمَرْنَ'' کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔

بعض منکرین حجاب نے لغت عربی سے ناواقفیت کی وجہ یہ لکھا ہے کہ ابن حجر کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ہم ان منکرین حجاب کے جواب میں کہتے ہیں کہ خمار کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے اور اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

الف) حضرت فاطمہ بنت منذرؒ بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ (٧)

''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں''۔

ب) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل علی اُم المؤمنین یوم الترویة فقلت لها یا ام المؤمنین هنا امرأة تأبی ان تغطی وجهها وهی محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (٨)

''ہم ٨ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا''۔

وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔

ج) خود علامہ البانی نے بھی ''حجاب المرأة المسلمة'' میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہو جاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للملیحة فی الخمار المذهب
افسدت نسک اخی التقی المذهب

نور الخمار ونور خدك تحته
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

فقد وصفها بان خمارها كان علی وجهها ایضاً [۹]

''تو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے۔ مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلہ کیوں نہیں مار رہا! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا۔'' علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد ''نور الخمار ونور خدك تحته'' ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین کی اپنی لغت میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتے تھے اب اس کے بعد کوئی اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھے لسان العرب' القاموس المحیط اور مقاییس اللغۃ جیسی لغت عربی کی کتب سے یہ نکال کر دکھاؤ کہ لفظ خمار چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے بارے میں ہم یہی کہیں گے:

و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما

٤) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِی الْعُقَیْسِ جَاءَ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَبَیْتُ اَنْ آذَنَ لَهٗ فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ صَنَعْتُ فَأَمَرَنِیْ أَنْ آذَنَ لَهٗ [۱۰]

''حضرت عائشہؓ اپنے رضاعی چچا اُفلح کے بارے میں بیان کرتی ہیں جو کہ ابو عُقیس کے بھائی تھے' کہ انہوں نے مجھ سے حجاب کی آیات نازل ہونے کے بعد گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں افلح کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دوں۔''

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

وفيه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الاجانب

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا اجنبی مَردوں سے پردہ کرنا واجب ہے''۔

حضرت عائشہؓ کا پہلے یہی خیال تھا کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے' اس لیے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر کہ رضاعی چچا سے عورت کا پردہ نہیں ہے' آپؓ نے اپنے چچا کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ یُسَمّٰی اَفْلَحَ اسْتَأْذَنَ عَلَیْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا: ((لَا تَحْتَجِبِیْ مِنْهُ)) [۱۱]

''حضرت عُروہؒ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی کہ ان کے رضاعی چچا افلح نے ان کے

پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معاملے کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: ''اس سے پردہ نہ کرو''۔

۵) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَ كَ قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْاَۃَ)) فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ : ((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ (۱۲)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم عسفان سے واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے پیچھے حضرت صفیہ k تھیں۔ اچانک اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اللہ کے رسول ﷺ حضرت صفیہؓ سمیت نیچے گر گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ فوراً آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ مجھے آپؐ پر فدا کرے! آپؐ نے فرمایا: ''عورت کی خبر لو''۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے' پھر اپنا کپڑا اُن پر ڈال دیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کی سواری کو درست کیا تو وہ دونوں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپؐ کے آس پاس رہے' جب ہم مدینہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: ((آيِبُوْنَ' تَائِبُوْنَ' عَابِدُوْنَ' لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) اور مدینہ میں داخل ہونے کے وقت تک آپؐ برابر یہی دعا پڑھتے رہے۔''

ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو جب اپنے ساتھ سوار کیا تھا تو ان کے چہرے پر ایک چادر ڈال دی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وَسَتَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَمَلَهَا وَرَاءَهٗ وَجَعَلَ رِدَاءَهٗ عَلٰى ظَهْرِهَا وَوَجْهِهَا (۱۳)

''اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو ڈھانپا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی''۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا ہے یا ان کو لونڈی بنا کر رکھا ہے' تو بعض صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّاَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ (۱۴)

''اگر آپؐ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمّہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپؐ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپؐ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپؐ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ کو پیچھے بٹھا لیا اور پردہ کھینچ دیا۔''

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کے زمانے میں حرائر (آزاد عورتوں) کے لیے پردہ تھا' جبکہ لونڈیوں کے لیے پردہ نہ تھا۔

٦) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ آپؐ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو' اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو' تو ہم نے ایسے ہی کیا۔

فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً(١٥)

''تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا''۔

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

٧) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : اَوْ مَتِ امْرَاَۃٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِیَدِھَا کِتَابٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِیُّ ﷺ یَدَہٗ فَقَالَ: ((مَا اَدْرِیْ اَیَدُ رَجُلٍ اَمْ یَدُ امْرَاَۃٍ)) قَالَتْ : بَلِ امْرَاَۃٌ قَالَ : ((لَوْ کُنْتِ امْرَاَۃً لَغَیَّرْتِ اَظْفَارَكِ یَعْنِیْ بِالْحِنَّاءِ)) (١٦)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے'' تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔''

اس حدیث میں عورت کا پردے کے پیچھے سے آپؐ کو خط دینا یہ واضح کر رہا ہے کہ عورتیں آپؐ کے زمانے میں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو پردے میں ہوتی تھیں۔

ہمارے بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں مطیع بن میمون روای ضعیف ہے اور صفیہ بنت عصمہ مجہول ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ ناقدین علم مصطلح الحدیث کی فنی باریکیوں سے جہالت کی وجہ سے ہر دوسری روایت کو صرف علم اسماء الرجال کی روشنی میں ضعیف قرار دیتے ہیں حالانکہ کسی حدیث کی صحت و ضعف کے بارے میں حکم لگانے کے لیے صرف اسماء الرجال کی کتابیں کھول لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے علم مصطلح الحدیث کے وسیع و عمیق مطالعے کی ضرورت ہے۔ علم مصطلح الحدیث کے مطابق روایت چار قسم کی ہیں :

الف)۔ وہ روایات جو کہ سند اور متن دونوں کے اعتبار سے صحیح ہیں مثلاً صحیح بخاری کی روایت

ب)۔ وہ روایات جو کہ سند اور متن دونوں اعتبار سے ضعیف ہیں۔

ج)۔ وہ روایات جو کہ سند کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں لیکن متن کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں مثلاً مضطرب المتن

د)۔ بعض روایت ایسی ہیں جو کہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن جب ان کے کچھ شواہد مل جائیں تو وہ متن کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں اور ان کو حسن لغیرہ کہتے ہیں یعنی بذاتہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن اس کے غیر (بعض دوسری

ضعیف روایات) نے حسن بنا دیا ہے۔

مذکورا بالا روایت بھی سنداً ضعیف ہے لیکن متن کے اعتبار سے حسن ہے' اسی لیے علامہ البانی نے ''مشکوۃ: ۴۳۹۳'' میں کہا ہے کہ ''اسنادہ ضعیف''۔ لیکن ''صحیح ابو داؤد: ۴۱۶۶'' میں اسے حسن کہا ہے اور اسی طرح ''صحیح النسائی: ۵۱۰۴'' میں بھی اسے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھ اور اس کی زینت مثلاً مہندی وغیرہ کا اظہار اجنبی افراد کے سامنے جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں آپ کے زمانے میں اجنبی افراد سے پردہ کرتی تھیں لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا یا سنت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے واجب ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابیات کا یہ پردہ کرنا قرآنی آیات و احکام حجاب پر عمل تھا اور قرآنی آیات واحکام حجاب سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

اب ہم چندان روایت کا تذکرہ کریں گے جو کہ چہرے کے پردے پر اشارتاً دلالت کرتی ہیں

۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ : فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ : ((يُرْخِيْنَ شِبْرًا)) فَقَالَتْ : اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ: ((فَيُرْخِيْنَهٗ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ)) (۱۷)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی اپنے کپڑے کو تکبر کے باعث کھینچے (یعنی لٹکائے) گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ کرم نہ کرے گا'' تو حضرت اُم سلمہؓ نے سوال کیا: عورتیں اپنے پلو کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اسے ایک بالشت لٹکا لیں''۔ حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں ننگے رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو وہ ایک ہاتھ لٹکا لیں' لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''

یہ حدیث واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ عورت کے لیے اپنے قدم یعنی پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے۔ تو جب پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے تو چہرے کا ڈھانپنا بالاولیٰ واجب ہے' کیونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں پاؤں کی نسبت زیادہ فتنے کا اندیشہ ہے۔

ہم نے اس حدیث سے چہرے کا پردے کا اثبات ''دلالت اولی'' کے اصول کے تحت کیا ہے جو کہ اصول فقہ کا ایک معروف اصول ہے لیکن ہمارے ایک ناقد جو عربی زبان کی تھوڑی بہت شد بد تو رکھتے ہیں لیکن شرعی علوم و اصطلاحات سے بالکل ناواقف ہیں' ہم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''دلالت اولی'' کس بلا کا نام ہے؟ اگر یہ صاحب اصول فقہ کی کسی چھوٹی سی کتاب کا بھی مطالعہ فرما لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ ''دلالت اولی'' کس بلا کو کہتے ہیں؟ کسی عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ عربی زبان کا علم رکھنے سے کوئی شخص عالم نہیں بن جاتا' عالم بننے کے لیے تو مدارس میں جا کر پختہ علماء کی صحبت میں ایک طویل عرصے تک لیے علوم شرعیہ قرآن' حدیث' اصول فقہ' اصول حدیث ' اصول تفسیر' اصول عقیدہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنی پڑھتی ہے' اگر صرف عربی زبان جاننے سے آدمی عالم بن جاتا تو

سارے عرب عالم ہوتے۔

ہمارے ایک ناقد نے ہم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم نے عربی لفظ ''ذیل'' کا ترجمہ ''پلو'' کیا ہے جو کہ غلط ہے اور اس کا صحیح ترجمہ ''دامن'' ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ صاحب ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے کوئی اردو لغت ہی کھول کر دیکھ لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ اردو زبان میں ''پلو'' کا لفظ ''دامن'' کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہ دونوں مترادف الفاظ بھی ہیں۔ ہمارا ان صاحب کو مشورہ یہ ہے کہ ہمیں عربی لغت دیکھنے کی نصیحت کرنے کی بجائے پہلے خود اردو لغت دیکھنے کی عادت ڈالیں۔

۹) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ((اِیَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: ((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) [۱۸]

''حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو (یعنی مَردوں کا عورتوں کی محفلوں میں جانا ممنوع ہے)'' تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مَردوں کو عورتوں سے معاملہ کرتے وقت اُن کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ یعنی اگر کوئی معاملہ کرنا ہے تو آیت قرآنی ﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ کے مصداق پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اختلاطِ مَرد و زن کی ممانعت کی بھی واضح دلیل ہے۔

اکثر و بیشتر منکرین حجاب چہرے کے پردے کے خلاف تو ہیں ہی' اس پر مستزاد یہ کہ مرد و زن کے اختلاط کے بھی قائل ہیں۔ ہمارے ایک ناقد ایک جگہ فرماتے ہیں:

''غربت کی ماری عورت کو گھر سے باہر نکل کر تلاشِ معاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے شہروں میں وہ گھروں میں جھاڑو پوچا لگاتی ہے' سڑک پر روڑی کوٹتی ہے' سر پر اینٹیں رکھ کر تعمیر کے کام میں حصہ لیتی ہے' بھٹوں پر اینٹیں تیار کرتی ہے' دیہات میں وہ مَردوں کے شانہ بشانہ ابتدائے آفرینش سے کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی''۔

ہمیں تعجب ہے ان صاحب پر' کہ مرد و زن کے اختلاط کو ثابت کرنے کے لیے وہ عورتوں پر ہونے والے ظلم کو کس دیدہ دلیری سے سندِ جواز عطا فرما رہے ہیں! ہمارا اُن سے سوال ہے کہ اگر ایسا ہو رہا ہے تو کیا یہ سب کچھ صحیح ہو رہا ہے؟ یا کیا ایسا ہونا چاہیے؟ کیا اسلام عورتوں کو معاش کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے؟ کیا عورت کی اصل ذمہ داری اپنے گھر کو سنبھالنا اور اپنے بچوں کی تربیت کرنا ہے یا سڑکوں' گلی کوچوں' دوسروں کے گھروں میں جا جا کر صفائی کرنا' بھٹوں پر اینٹیں تیار کرنا' سڑکوں پر روڑی کوٹنا ہے؟ کیا عورتوں سے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نازک آبگینوں سے تشبیہ دی ہے' ایسے کام لینا اُن پر ظلم نہیں ہے؟ اگر یہ سب کچھ ظلم ہے' اور یقیناً ایسا ہی ہے' تو ان صاحب کو تو چاہیے تھا کہ اِس ظلم کے خلاف قلم اُٹھاتے نہ کہ اس ظلم کو بنیاد بنا کر مرد و زن کے اختلاط کو ثابت کرنے لگ جاتے۔ حجاب کے منکرین اور اس کا اثبات کرنے والوں کے درمیان یہی فرق ہے۔ علماء اور مذہبی رہنما حجاب کا اثبات اس لیے کرتے ہیں تاکہ

عورت کو عزت ملے اور وہ گھر کی مالکن بن کر گھر میں رہے۔ گھر کے باہر کی ساری ذمہ داریاں مرد کے اوپر ہیں۔ مرد ہی اصل میں اپنی بیوی اور بچوں کے نان نفقے کا ذمہ دار ہے' اسی وجہ سے تو مرد کو قرآن میں قوّام کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ﴾ (النساء: ٣٤)

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر (یعنی مردوں کو عورتوں پر) فضیلت دی ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مرد (عورتوں پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں''۔

دوسری طرف منکرینِ حجاب کا طرزِ عمل دیکھیں۔ وہ عورتوں کو گھر کی مالکن کے بجائے دوسروں کے گھروں کی خادمہ بنانا چاہتے ہیں' تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کی بجائے دوسروں کے بچوں کو سنبھالے اور اپنے شوہر کی خدمت کی بجائے اجنبی مردوں کی خدمت کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ مردوں نے ہمیشہ عورت کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تختۂ مشق بنایا ہے۔ اہل مغرب جو عورتوں کے حقوق کے دعوے دار ہیں' عورت کا سب سے زیادہ استحصال وہی کرتے ہیں۔ اپنی جنسی خواہشات و ہوس کی تکمیل کے لیے مغرب کے مرد نے حقوقِ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا اور مساواتِ مرد و زن کے نعرے لگا کر اپنی معاشی ذمہ داریوں سے جان چھڑائی اور عورتوں کے گھر سے باہر نکل کر کام کاج کرنے کو آزادیٔ نسواں کا نام دیا۔ اسلام تو ہمیں یہ درس سکھلاتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ اس کے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے چہ جائیکہ مرد گھر اور بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اپنی معاشی ذمہ داریاں بھی عورت کے کندھوں پر ڈال دے۔

اضطراری کیفیت میں عورت کا گھر سے باہر نکل کر کام کرنا ایک علیحدہ مسئلہ ہے' لیکن جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے اس کو سند جواز عطا کرنا ظلم و زیادتی ہے۔

١٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) (١٩)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔''

اس حدیث میں عورت کو ''عورة'' کہا گیا ہے' یعنی چھپانے کی شے۔ اس سے مراد ہے کہ عورت کا سارا جسم ''عورة'' ہے' جس کو چھپانا چاہیے' اس سے مستثنیٰ وہی ہے جس کو قرآن نے "الا ما ظهر منها" کے الفاظ میں بیان کر دیا ہے یعنی جن کے چھپانے میں مشقت ہو اور وہ عورت کے ہاتھ' کپڑے' آنکھیں اور ان کی زینت وغیرہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کو اسلام پسند نہیں کرتا' اس سے ملتی جلتی بعض روایات میں الفاظ ہیں:

ان المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان و أقرب ما تكون من وجه ربها

و ھی فی قعر بیتھا[۲۰]

''عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔اور عورت اپنے رب کی رضا سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو جائے''

ابن العربی نے ''عارضۃ الأ حوذی :۹۲/۳''میں' ابن القطان نے''احکام النظر :۱۳۷''میں جبکہ علامہ البانی نے''صحیح الترغیب :۳۴۶''میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو''حسن غریب''کہا ہے۔ابن حزم نے''المحلی :۲۰۱/۴''میں اسے قابل احتجاج کہا ہے۔

(۱۱) حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ : ((اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا)) فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلَى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ' قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِيْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ : اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا فَاَنْشُدُكَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذٰلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا)) [۲۱]

''میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپؐ نے فرمایا:''جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو' یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہو گی''۔میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو' اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔یہی وجہ تھی کہ جب ایک مرد ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تھا تو اس کے باوجود بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔

اس روایت کو امام ترمذی نے''سنن الترمذی :۱۰۸۷''میں جبکہ امام بغوی نے'شرح السنۃ :۱۴/۵''میں''حسن''کہا ہے۔ابن القطان نے اس روایت کو''احکام النظر :۳۸۷''میں'ابن الملقن نے''البدر المنیر :۵۰۳/۷''میں جبکہ علامہ البانی نے''صحیح ابن ماجہ :۱۵۲۴''میں اسے صحیح کہا ہے۔

ابن فارس نے''مقاییس اللغۃ''میں لفظ''خدر''کے چار بنیادی معنوں کا تذکرہ کیا ہے:اندھیرا'پردہ'دیر لگانا اور ٹھہرانا۔ہم نے اس حدیث کے ترجمے میں''خدر''کا ترجمہ''پردہ''کیا ہے جس پر ہمارے بعض ناقدین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے'ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ترجمہ لغت کے ساتھ ساتھ حدیث سے بھی ثابت ہے۔علامہ سند

ی نے ابن ماجہ کی شرح میں ''خدرھا'' کا ترجمہ ''سترھا'' کیا ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ لفظ ''پردے'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مر بامرأة و هی فی خدرها معها صبی فقالت ألهذا حج قال نعم ولك أجر

اللہ کے رسول ﷺ کا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جو کہ پردہ بھی تھا اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا تو اس نے سوال کیا کیا اس کے لیے بھی حج ہے تو آپ نے فرمایا ہاں' اور تیرے لیے اس کا اجر ہے۔

پس یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ ''خدر'' کا ترجمہ ''پردہ'' کرنا غلط ہے۔ ہمارے ایک ناقد نے ''خدر'' کا ترجمہ عورت کی خلوت گاہ کیا ہے۔ اگر اس کا ترجمہ ''عورت کی خلوت گاہ'' بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عورت چاہے اپنی خلوت گاہ میں ہو یا پردے میں' دونوں صورتوں میں وہ اجنبی افراد سے حجاب میں ہوتی ہے۔

ہمارے ایک ناقد ہم پر اعتراض کرتے ہوئے حدیث کے الفاظ ''اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ'' کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ نے فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو یعنی اسے خصوصی طور پر دیکھ لو کہ وہ اس قابل ہے''

ہمارے ناقد اپنا مؤقف سیدھا کرنے کے لیے ''فانہ'' میں ''ہ'' کی ضمیر عورت کی طرح لوٹا رہے ہیں جو کہ قطعاً غلط ہے۔ مذکر کی ضمیر عورت کی طرف کیسے لوٹ سکتی ہے؟

۱۲) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ: خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهَا فِيْ نَخْلٍ لَهَا فَقِيْلَ لَهٗ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِذَا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا)) (۲۲)

''حضرت محمد بن مسلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا اور میں اس کو چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرنے لگ گیا' حتیٰ کہ ایک دن وہ عورت اپنے باغ میں گئی تو میں نے (موقع پا کر) اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ''جب کسی مرد کا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ کہ ''فَلَا بَأْسَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهَا'' اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش ہو تو اس کو دیکھنے کی رخصت ہے' اس کے علاوہ نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کا تکلف کر کے اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کے باجود نہ دیکھ پانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت بھی حجاب نہ کرتی ہوتی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ کو چوری چھپے تکلف کر کے اس خاتون کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی ''حجاج بن ارطاۃ'' ضعیف ہے

جس کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ البانی نے ''ارواء الغلیل :۱۷۹۱'' میں اور ''صحیح ابو داؤد :۲۰۸۲'' میں ''حسن'' کہا ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح' باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ میں بھی ایک دوسری سند کے ساتھ موجود ہے اور اس کی اس سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی نہیں ہے۔ اس حدیث کو اس سند کے ساتھ علامہ البانی نے ''صحیح ابن ماجہ :۱۵۲۲'' میں ''صحیح'' کہا ہے۔

۱۳) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : أُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ ' قَالَتِ امْرَأَةٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ : ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) (۲۳)

''حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکالیں' وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں حاضر ہوں' اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسولﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اس کو اپنی چادر میں شریک کرے''۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے رسولﷺ کے زمانے میں بغیر چادر باہر نکلنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ چادر کے لیے اس حدیث میں جلباب کا ذکر آیا ہے اور ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جلباب وہ چادر ہے جو کہ آپؐ کے زمانے میں ازواج مطہرات اور مؤمن عورتیں گھر میں بھی اور گھر کے باہر بھی استعمال کرتی تھیں۔ گھر میں یہ چادر نماز وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی تھی اس لیے عورتیں اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کو ڈھانپتی تھیں لیکن گھر سے باہر نکلتے وقت امہات المؤمنین اور عام مؤمن عورتیں اسی چادر سے اپنے جسم کے علاوہ اپنے چہرے کو بھی چھپا لیتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی بخاری کی روایت ''فخمرت وجھی بجلبابی'' سے ظاہر ہے۔

فصل دوم

قائلین استحباب حجاب اور احادیث مبارکہ

حجاب کے استحباب کے دلائل کو علامہ البانی نے اپنی کتاب 'حجاب اور جلباب المرأۃ المسلمۃ' میں بیان کیا ہے۔منکرین حجاب (یعنی حجاب کو بدعت یا تہذیبی روایت یا مشقت قرار دینے والے) بھی اپنی تحقیق میں علامہ البانی ہی کے دلائل سے استفادہ کرتے ہوئے حجاب کو بدعت یا مسلمانوں کی ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت قرار دیتے ہیں۔علامہ البانی نے اپنی کتاب 'حجاب اور جلباب المرأۃ المسلمۃ' میں چہرے کے

پردے کے مستحب ہونے کے حوالے سے تیرہ احادیث بیان کی ہیں ہم بالترتیب ان احادیث سے کیے گئے استدلال پر اپنی کچھ معروضات پیش کریں گے۔

پہلی دلیل :

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى بِلَالٍ فَاَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحَثَّ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ فَاِنَّ اَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لِاَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ)) قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِيْنَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ مِنْ اَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِمِهِنَّ (۳۳)

''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نمازِ عید میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا' تو آپؐ نے خطبہ سے پہلے نماز کو بغیر اذان و اقامت کے شروع کیا' پھر آپؐ حضرت بلالؓ کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کی ترغیب دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور ان سے کہا تم صدقہ کیا کرو' کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ عورتوں کے درمیان سے ایک عورت کھڑی ہوگئی جو کہ سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھی۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ اس وجہ سے ہوگا کہ تم بہت زیادہ شکایت اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔'' راوی کہتے ہیں کہ وہ عورتیں اپنے زیورات میں سے کانوں کی بالیاں اور ہاتھوں کی انگوٹھیاں اتار اتار کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔''

اس حدیث میں '' سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ '' کے الفاظ سے منکرین حجاب یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا۔ حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱) عورت کے چہرے سے اتفاقاً کپڑے کا سرک جانا: اس بات کا قوی احتمال موجود ہے کہ جس عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا وقتی طور پر اس کے چہرے سے کپڑا کھسک گیا ہو۔

۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُس زمانے میں کپڑوں کی کمی تھی۔ عورتوں کے پاس اپنا پورا جسم ڈھانپنے کے لیے بھی کپڑا موجود نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتِ امْرَأَةٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ : ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) (۳۴)

''حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کے دنوں میں حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں' اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ تو ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اپنی چادر میں اس کو بھی شریک کرے''۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کپڑا کم ہونے کی وجہ سے دو دو عورتیں بعض اوقات ایک ہی چادر اپنے اوپر لپیٹ کر عید کی نماز کے لیے آتی تھیں۔ ایسے حالات میں کسی عورت کے چہرے سے عارضی طور پر چادر کا سرک جانا بالکل فطری بات ہے' خصوصاً جبکہ وہ عورت سوال کرنے کے لیے بھی کھڑی ہوتی ہو۔

ب) بعض دوسری روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے چادر وقتی طور پر کھسک گئی تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے یہ روایت بیان کرتے وقت اس عورت کے حوالے سے '' سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ '' کے الفاظ بیان کیے ہیں' جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہم جب اسی روایت کو بیان کرتے ہیں تو عورت کے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن اس عورت کے چہرے کے حوالے سے ''سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ '' کی صفت بیان نہیں کرتے' جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت جب آپؐ سے سوال کرنے کے لیے کھڑی ہونے لگی تو اس وقت عارضی طور پر اس کی چادر یا اس کی سہیلی کی چادر اس کے چہرے سے کھسک گئی اور اس دوران میں حضرت جابرؓ کی نگاہ اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس کے چہرے کی اس صفت کو بھی ساتھ ہی بیان کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ (۳۵)

''ایک عورت نے آپؐ کو جواب دیا' اور کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: ''ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ'' اور حسن کو یہ معلوم نہیں کہ وہ عورت کون تھی۔''

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ : وَلِمَ ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ (۳۶)

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ایسا کیوں ہو گا؟''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ : وَمَالَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ (۳۷)

''تو ان میں سے ایک رائے رکھنے والی عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو گا؟''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ اَوْ مِنْ اَعْقَلِهِنَّ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْمَ اَوْ لِمَ اَوْ

بِمَ؟ (۳۸)

''تو ایک عورت نے کہا جو کہ سر برآوردہ اور زیادہ عقلمند لوگوں میں سے نہیں تھی :اے اللہ کے رسول ﷺ !ایسا کیوں یا کس وجہ سے ہوگا؟''

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ'' کے الفاظ نقل کرنے میں حضرت جابرؓ منفرد ہیں اور باقی صحابہ کرامؓ اس روایت کو نقل کرتے ہیں تو صرف عورت کا تذکرہ کرتے ہیں' جبکہ اس کی صفت ''سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ'' کا ذکر نہیں کرتے' جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے عارضی طور پر کپڑا کھسک گیا تھا اور اس دوران حضرت جابرؓ کی نظر اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس عورت کی نشاندہی کے لیے اس کی مذکورہ صفت کو بھی نقل کر دیا' جیسا کہ بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی اس عورت کی تعیین کے لیے اس کی بعض صفات کو نقل کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ''جزلة'' ''صاحب رائے خاتون'' جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ''لَیْسَتْ مِنْ عِلْیَةِ النِّسَاءِ اَوْ اَعْقَلِهِنَّ'' (یعنی درمیانے درجے کی خاتون تھی) کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

۲) عورت بوڑھی تھی: بعض علماء نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہ عورت بوڑھی تھی لہٰذا ''قواعد'' کے حکم کے مطابق اس کے لیے چہرے کا پردہ نہ کرنے کی رخصت تھی۔ کیونکہ لفظ ''سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ'' عربی زبان میں مجازاً اُس عورت کے لیے بھی بولا جاتا ہے کہ جس کی ساری زندگی محنت و مشقت میں گزری ہو اور اس محنت و مشقت کی وجہ سے اس کا چہرہ مرجھا گیا ہو اور رنگ اور خدوخال متغیر ہو گئے ہوں۔ جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ اس معنی میں استعمال بھی ہوئے ہیں۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَنَا وَامْرَاَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - وَاَوْمَاَ يَزِيْدُ بِالْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ - امْرَاَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا)) (۳۹)

''حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میں اور سرخی مائل سیاہ گالوں والی عورت قیامت کے دن اِن دوانگلیوں کی طرح ہوں گے -اور یزید (راوی) نے درمیانی اور شہادت والی انگلی کی طرف اشارہ کیا- یہ وہ حسب نسب والی خوبصورت عورت ہے جس کا خاوند فوت ہوگیا اور اس نے اپنے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو (نئی شادی سے) روکے رکھا یہاں تک کہ اولاد بڑی ہوگئی یا وہ عورت مرگئی۔''

اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لغت عرب میں مجازاً ''سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ'' کا لفظ ایسی عورت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس کے چہرے کا رنگ مصائب و تکالیف اور سخت مشقت کی وجہ سے متغیر یعنی سرخ سے سیاہ ہوگیا ہو'اور جس کے چہرے کا رنگ و خدوخال متغیر (یعنی سیاہ) ہونے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی کشش باقی نہ رہی تھی علاوہ ازیں وہ عمر کے اس حصے کو پہنچ چکی تھی کہ جس کے لیے قرآن میں لفظ ''قَوَاعِد'' استعمال ہوا ہے۔یہ وضاحت اتنی قوی ہے کہ کسی دوسری توجیہہ کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۳) حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ: بعض علماء نے اس حدیث کے بارے میں یہ رائے پیش کی ہے کہ یہ حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے' کیونکہ نماز عید ۲ ہجری میں شروع ہوئی جبکہ سورۃ الاحزاب کی آیت جلباب بعض علماء کے

نزدیک ۳ ہجری میں' بعض کے نزدیک ۴ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔ لہٰذا یہ امکان موجود ہے کہ یہ واقعہ آیۂ جلباب کے نزول سے پہلے کا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

دوسری دلیل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ : ((نَعَمْ)) وَذٰلِكَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ[٢٤]

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ اللہ کے رسولﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو ایک عورت جو قبیلہ خثعم سے تعلق رکھتی تھی' آئی۔ حضرت فضل بن عباسؓ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اُنؓ کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اُس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت نے آپؐ سے سوال کیا کہ میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے اور وہ سواری پر سیدھا بیٹھ بھی نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''۔ اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔''

ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے' کیونکہ یہ عورت حالتِ احرام میں تھی اور حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے۔

ابن بطال نے فضل بن عباسؓ کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

وفيه دليل على ان نساء المومنين ليس عليهن من الحجاب ما يلزم ازواج النبى ﷺ' اذ لو لزم ذلك جميع النساء لأمر النبى ﷺ الخثعمية بالاستتار ولما صرف وجه الفضل' قال: وفيه دليل على ان ستر المرأة وجهها ليس فرضا لاجماعهم على ان للمرأة ان تبدى وجهها فى الصلاة ولو رآه الغرباء[٢٥]

''اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان عورتوں پر وہ حجاب فرض نہیں ہے جو کہ نبی اکرمﷺ کی ازواج کے لیے لازم تھا۔ اگر یہ حجاب تمام عورتوں کے لیے لازم ہوتا تو آپﷺ قبیلہ خثعم کی عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیتے اور فضل بن عباس کا چہرہ دوسری طرف نہ پھیرتے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ عورت کا اپنے چہرے کو چھپانا فرض نہیں ہے' کیونکہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی چاہے اجنبی اسے دیکھ رہے ہوں۔''

علامہ ابن حجر ابن بطال کا موقف نقل کرنے کے بعد اس پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وفى استدلاله بقصة الخثعمية لما ادعاه نظر لانها كانت محرمة[٢٦]

''میں یہ کہتا ہوں کہ ابن بطال کا قبیلہ خثعم کی عورت کے قصے سے استدلال کرنا محل نظر ہے' کیونکہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی۔''

علامہ البانی کا موقف:

علامہ البانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی عورت حالتِ احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی ''ابن حجر'' کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت : كلا، فانه لا دليل على انها كانت محرمة، بل الظاهر خلافه ۔ فقد قدمنا عن الحافظ نفسه ان سؤال الخثعمية للنبى ﷺ إنما كان بعد رمى جمرة العقبة، اى بعد التحلل فكأن الحافظ نسى ما كان حققه هو بنفسه رحمه الله تعالى، ثم هب انها كانت محرمة فان ذلك لا يخدج فى استدلال ابن بطال المذكور البتة۔ ذلك لان المحرمة تشترك مع غير المحرمة فى جواز ستر وجهها بالسدل عليه كما يدل على ذلك الحديث الرابع والخامس الآتيين وانما يجب عليها ان لا تنتقب فقط۔ فلو ان كشف المرأة لوجهها امام الاجانب لا يجوز، لامرها ﷺ ان تسبل عليه من فوق كما قال ابن حزم لا سيما وهى من احسن النساء واجملهن وقد كاد الفضل بن عباس ان يفتتن بها! ومع هذا كله لم يأمرها ﷺ بل صرف وجه الفضل عنها، ففى هذا دليل ايضا على ان الستر المذكور لا يجب على المرأة ولو كانت جميلة(۲۷)

قارئین کی آسانی کی خاطر ہم علامہ البانی کی عبارت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

علامہ البانی کا پہلا دعویٰ:

قلت : كلا، فانه لا دليل على انها كانت محرمة، بل الظاهر خلافه

''میں (البانی) یہ کہتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے (جو کہ ابن حجر نے بیان کیا ہے)' کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی' بلکہ بظاہر حقیقت اس کے خلاف معلوم ہوتی ہے''۔

جواب دعویٰ: علامہ البانی کا یہ کہنا کہ عورت کے حالتِ احرام میں ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے' صریح نص کے خلاف ہے۔ بہت ساری احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ وہ عورت حالت احرام میں تھی۔ چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّـهٗ كَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ النَّحْرِ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِنْ خَثْعَمَ...... (۲۸)

''حضرت ابن عباسؓ (اپنے بھائی) حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی کی صبح اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپؐ کے پاس آئی......''

۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَخِيْهِ الْفَضْلِ اَنَّهٗ كَانَ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ النَّحْرِ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِنْ خَثْعَمَ...... (۲۹)

''حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی والے دن کی صبح رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپؐ کے پاس آئی ......''
اس روایت کو علامہ البانی نے ''صحیح ابن ماجہ: ۲۳۶۸''میں صحیح کہا ہے۔

۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ خَثْعَمَ سَأَلَتِ النَّبِیَّ ﷺ غَدَاۃَ جَمْعٍ ......(۳۰)
''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے مزدلفہ کی صبح سوال کیا......''

۴) مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عن عبد اللہ بن عباس عن الفضل بن عباس انہ کان ردف النبی ﷺ یوم النحر و کانت جاریۃ خلف أبیھا فجعلت أنظر الیھا فجعل رسول اللہ ﷺ یصرف وجھی عنھا فلم یزل من جمع الی منی یلبی حتی رمی الجمرۃ یوم النحر(۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت فضل بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قربانی کے دن آپؐ کے پیچھے سوار تھے اور اس کی بیٹی اپنے باپ کے پیچھے سوار تھی تو میں اس کی طرف دیکھنے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ اس کی طرف سے میرے چہرے کو پھیرنے لگے پس آپ مزدلفہ سے منی تک تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے قربانی کے دن جمرہ (عقبہ) کی رمی کی۔

اس روایت کو شیخ احمد شاکر نے ''مسند احمد: ۲۴۲/۳''میں ''صحیح الأسناد'' کہا ہے۔

۵) مسلم کی ایک طویل روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ عورت اکیلی نہ تھی، بلکہ عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھی۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَکَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ اَبْیَضَ وَسِیْمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَرَّتْ بِہٖ ظُعُنٌ یَجْرِیْنَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھِنَّ فوضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی وجہ الفضل فحول الفضل وجھہ الی الشق الآخر ینظر فحول رسول اللہ ﷺ یدہ من الشق الآخر علی وجہ الفضل یصرف وجھہ من الشق الآخر ینظر حتی أتی بطن محسر......(۳۲)

''رسول اللہ ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے مشعر حرام سے روانہ ہوئے اور آپؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت فضل بن عباسؓ خوبصورت بالوں والے سفید رنگ کے ایک وجیہہ انسان تھے۔ جب آپؐ نے کوچ کیا تو آپؐ کے پاس سے کچھ اونٹ گزرے کہ جن میں ہر ایک پر ایک عورت بیٹھی تھی تو حضرت فضل بن عباسؓ اُن عورتوں کی طرف دیکھنے لگے......''

مذکورہ بالا اور اس طرح کی اور بہت ساری روایات سے یہ بات صریحاً ثابت ہوتی ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ والا یہ واقعہ قربانی والے دن کی صبح مزدلفہ سے منٰی کی طرف جاتے ہوئے پیش آیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی۔ اور حالت احرام میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے لہٰذا اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

ان صریح نصوص کے بالمقابل حضرت علیؓ کی ایک روایت مسند احمد میں ہے جس کا تذکرہ علامہ البانی نے کیا ہے

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے یہ واقعہ ''رمی الجمار'' کے بعد کا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ واقعہ ''رمی الجمار'' کے بعد کا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالت احرام کے بھی بعد کا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد میں ایک راوی ''عبدالرحمٰن بن حارث المخزومی'' ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' میں لکھا ہے: صدوق له أوهام

''صدوق ہے اور اس کے بہت سے وہم بھی ہیں''۔

انہی اوھام کی وجہ سے امام احمد نے اس کو ''متروک'' کہا ہے۔ اور محسوس یہی ہوتا کہ یہ اس راوی کا وہم ہے کیونکہ اس کے بالمقابل ثقہ راویوں کا بیان یہ ہے کہ یہ واقعہ ''رمی الجمار'' سے پہلے کا ہے جیسا کہ ان ثقہ راویوں کی روایات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

علامہ البانی کا دوسرا دعویٰ: علامہ البانی نے ابن حجرؒ کے حوالے سے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ ابن حجر بھی اس بات کے قائل تھے کہ وہ عورت حالت احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی لکھتے ہیں:

فقد قدمنا عن الحافظ نفسه ان سؤال الخثعمية للنبى ﷺ انما كان بعد رمى جمرة العقبة۔ اى بعد التحلل فكأن الحافظ نسى ما كان حققه هو بنفسه رحمه الله تعالىٰ

''ہم حافظ ابن حجر کے حوالے سے یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خود ابن حجر کا کہنا یہ ہے کہ خثعمیہ عورت کا آپؐ سے سوال کرنا جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد کا واقعہ ہے' یعنی احرام کھول دینے کے بعد۔ ایسا محسوس ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے جس بات کا اثبات کیا تھا اس کو بھول گئے (اور یہ کہہ دیا کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی)۔''

جواب دعویٰ: حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ البانی نے جو قول نقل کیا ہے اس کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

ويحتمل ان يكون سوال الخثعمية وقع بعد رمى جمرة العقبة

''اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ خثعمیہ عورت کا یہ سوال جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہوا ہو''۔

حافظ ابن حجر نے اپنی اس عبارت میں احتمال پیش کیا ہے اور ان کا یہ احتمال فتح الباری کی جلد۴' ص ۶۷ میں موجود ہے' جبکہ آگے چل کر فتح الباری کی جلد۱۱' ص ۱۰ میں ابن حجر نے اپنے اسی احتمال کو ردّ کرتے ہوئے صریحاً اپنا موقف ان الفاظ میں پیش کیا:

قلت : وفى استدلاله بقصة الخثعمية لما ادعاه نظر ' لانها كانت محرمة

''میں (ابن حجر) یہ کہتا ہوں کہ ابن بطال کا خثعمیہ عورت کے قصے سے استدلال کرنا محل نظر ہے' کیونکہ وہ حالت احرام میں تھی۔''

ابن حجر نے اپنے قول اوّل میں اس بات کا احتمال پیش کیا تھا کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ حالتِ احرام کے بعد کا ہو۔ لیکن اپنے قول ثانی کے ذریعے خود ہی اپنے اس احتمال کا ردّ بھی کر دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر کا موقف بھی یہی ہے کہ جب فضل بن عباس کا یہ واقعہ ہوا اُس وقت وہ عورت حالت احرام میں تھی۔ کیونکہ حافظ ابن حجر کا دوسرا قول

مؤخر ہے۔

علامہ البانی کا تیسرا دعویٰ:

ثم هب انها كانت محرمة ' فان ذلك لا يخدج فى استدلال ابن بطال المذكور البتة ذلك لان المحرمة تشترك مع غير المحرمة فى جواز ستر وجهها بالسدل عليه...... ففى هذا دليل ايضاً على ان الستر المذكور لا يجب على المرأة ولو كانت جميلة

''پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی تو بھی ابن بطال کا استدلال مذکور صحیح ہے' کیونکہ ''محرمہ'' اور ''غیر محرمہ'' دونوں کے لیے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپنا جائز ہے۔ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ''محرمہ'' کے لیے واجب صرف یہ ہے کہ نقاب نہ اوڑھے۔ اگر عورت کا اجنبی آدمیوں کے سامنے اپنے چہرے کا کھولنا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکانے کا حکم دیتے' جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے' خاص طور پر جبکہ وہ عورت بہت زیادہ حسین اور جمیل بھی تھی اور حضرت فضل بن عباسؓ کے بارے میں یہ خطرہ موجود تھا کہ وہ اس عورت کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے' اس کے باوجود آپؐ نے اس عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکانے کا حکم نہ دیا' بلکہ حضرت فضل بن عباس کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا' پس اس میں دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ عورت کے لیے واجب نہیں ہے چاہے وہ خوبصورت ہی کیوں نہ ہو۔''

علامہ البانی کے بقول اس عورت کے لیے حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز تھا' لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا بلکہ حضرت فضل ابن عباس کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا' اور آپؐ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے۔

جواب دعویٰ: استدلال کا جو انداز علامہ البانی نے ابن حزم کے حوالے سے اختیار کیا ہے' یہ استدلال کا کوئی معروف طریقہ کار نہیں ہے۔ بات واضح ہے کہ اس عورت کے لیے جس طرح چہرے کو حالتِ احرام میں ڈھانپنا جائز تھا اس طرح کھلا رکھنا بھی مشروع تھا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے فتنے کے اندیشے کے پیشِ نظر حضرت فضل بن عباس کے چہرے کو پکڑ کر دوسری طرف کر دیا اور اس عورت کو پردے کا حکم نہ دیا' اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے؟ اصل مقصد اُس وقت پیدا ہونے والے فتنے کو ختم کرنا تھا۔ اس کا ایک طریقہ کار تو یہ تھا کہ آپؐ اس عورت کو حکم دیتے اور وہ اپنے چہرے پر اپنی چادر لٹکا لیتی۔ دوسرا طریقہ کار یہ تھا کہ آپؐ حضرت فضل بن عباس کو غضِ بصر کا حکم دیتے۔ اور آپؐ نے دوسرے طریقے کو اختیار کیا۔ پہلے طریقے کو اختیار نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں مشقت زیادہ تھی' کیونکہ معاملہ صرف ایک عورت کا نہ تھا' بلکہ حضرت فضل بن عباس اس سفر میں ایک سے زائد عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور خثعمیہ عورت کی طرف تو بار بار دیکھ رہے تھے۔

مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فضل بن عباس عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھ رہے تھے اب یا تو وہ خاتون بھی اس گروہ میں شامل تھی یا یہ خواتین کوئی اور گروہ تھا جس کی طرف حضرت فضل بن عباس دیکھ رہے تھے۔ اب یا تو رسول اللہ ﷺ ان سب عورتوں کو پردے کا حکم دیتے باوجود اس کے کہ ان کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع تھا' یا

آپؐ حضرت فضل بن عباس کی اصلاح کرتے۔ آپ ﷺ نے دوسرے راستے کو اختیار کیا جس میں مشقت کم تھی۔علاوہ ازیں اللہ کے رسول ﷺ کا حضرت فضل کے چہرے کا رُخ موڑنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ ہے' کیونکہ چہرہ نسوانی حسن کا مرکز اور محل فتنہ ہے اور نتیجۃً صنفی آوارگی کے اسباب و ذرائع میں سے ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیرنے سے ہی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فتنے کے اندیشے سے ان کے چہرے کا رُخ دوسری طرف کیا تو ہم ان کے جواب میں یہی کہیں گے کہ ہم تو شروع سے ہی یہ بات کر رہے ہیں کہ چہرہ محل فتنہ ہے' اس وجہ سے اس کا پردہ واجب ہے۔

تیسری دلیل :

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَآءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِئْتُ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَاْطَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاْسَهٗ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّـهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ (٤٠)

''حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اپنے نفس کو آپؐ کے لیے ہبہ کیا۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا اچھی طرح جائزہ لیا' پھر آپؐ نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ آپؐ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو وہ بیٹھ گئی۔''

۱) اس حدیث میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ بلکہ اس حدیث سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت پردے میں تھی' کیونکہ ''فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ'' کا معنی علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

''وَالْمُرَادُ انه نظر اعلاها واسفلها''

یعنی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے کو دیکھا۔

جبکہ امام نووی نے ''صَعَّدَ'' کے معنی ''رفع'' یعنی نظر بلند کرنے کے اور ''صَوَّبَ'' کے معنی ''خفض'' یعنی نظر پست کرنے کے کیے ہیں۔ یعنی آپؐ نے اس عورت کے جسم پر اوپر نیچے نظر ڈال کر دیکھا۔

اگر ان الفاظ سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ وہ عورت پردے میں نہ تھی' کیونکہ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا' اس لیے کہ اگر وہ پردے میں تھی تو اس کو دیکھنے کا کیا مطلب ہے' یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں الفاظ ہیں کہ آپؐ نے اس عورت کے اوپر والے اور نیچے والے دونوں حصوں پر نظر ڈالی۔ اگر اوپر والا حصہ کھلا تھا تو نیچے والا حصہ بھی کھلا ہونا چاہیے۔ دونوں حصوں میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن منکرین اور قائلین استحباب حجاب نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اوپر والا حصہ یعنی عورت کا چہرہ کھلا تھا' اور انہوں نے نیچے والے حصے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے' حالانکہ جس دلیل سے وہ اوپر والے حصے کو کھلا ثابت کر رہے ہیں اسی دلیل سے اس عورت کا نیچے والا حصہ یعنی پنڈلیاں' پاؤں وغیرہ بھی کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے' جو صریح نصوص کے اور خود ان حضرات کے موقف

کے بھی خلاف ہے' خصوصاً پنڈلی کے ستر میں داخل ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔ حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے قد اور جسم وغیرہ کے بارے میں جائزہ لیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔

ب) اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا تو اس کی توجیہ بعض علماء نے یہ کی ہے کہ اس عورت نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نکاح کے لیے پیش کیا تھا' اور جس سے نکاح کا ارادہ ہو اُس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ منکرین اور قائلین استحباب حجاب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا' جبکہ تمام اہل مجلس اس کو دیکھ رہے تھے۔ ان حضرات کی یہ بات غلط ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس عورت نے اصلاً تو اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا' لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں اہل مجلس کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ جیسا کہ اس روایت میں آگے چل کر اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپؐ نے اس عورت کا نکاح اہل مجلس میں موجود ایک ایسے شخص سے کر دیا جو کہ اس سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ کیونکہ قرآن کی آیت ﴿اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا﴾ کے نزول کے بعد تمام عورتوں کو اس بات کا علم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو اللہ کے رسولؐ کے لیے ہبہ بھی کرتی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں لیں' بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے انکار کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اسی احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے اس عورت نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش کیا' جیسا کہ روایت کے شروع کے الفاظ بتا رہے ہیں' اور انکار کی صورت میں اہل مجلس کے لیے پیش کیا' جیسا کہ روایت کے آخر میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا نکاح جب اہل مجلس میں موجود ایک شخص سے کر دیا تو اس عورت نے اس نکاح پر کوئی انکار نہ کیا' جس سے ثابت ہوا کہ اس عورت نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش نہ کیا تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ اور اہل مجلس دونوں کے لیے اس عورت کی طرف دیکھنا جائز تھا۔

چوتھی دلیل :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ (٤١)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں شریک ہوتیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے جسم کو چادروں میں لپیٹا ہوتا' پھر وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلی جاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان بھی نہ پاتا تھا۔''

علامہ البانی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و وجه الاستدلال بها هو قولها لا يعرفن من الغلس فان مفهومه أنه لو لا الغلس

یعرفن و انما یعرفن عادة من وجوھھن و ھی مکشوفة فثبت المطلوب (۴۲)

اس حدیث کے الفاظ " لا یعرفن من الغلس" سے استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو وہ پہچانی جاتیں اور وہ عورتیں عام طور پر اپنے چہروں سے ہی پہنچانی جاتی ہیں جبکہ وہ کھلے ہوں پس ہمارا مطلوب (یعنی چہرے کے پردے کا مستحب ہونا) حاصل ہو گیا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے علامہ البانی کا مطلوب حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب مسلمان عورتیں کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اپنے سارے بدن کو ایک بڑی چادر میں لپیٹ لیتی تھیں۔

'' لَا یَعْرِفُھُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ'' (اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ پاتا تھا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قال الداودی : معناه لا یعرفن أ نساء ام رجال أی لا یظهر للرائی اِلا الاشباح خاصة (۴۳)

''داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں، یعنی دیکھنے والے کے لیے وہ صرف سائے یا ہیولے ہوتے تھے''۔

امام نوویؒ نے بھی اسی معنیٰ کو ترجیح دی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

(ما یعرفن من الغلس) هو بقایا ظلام اللیل' قال الداودی معناه ما یعرفن أ نساء هن أم رجال ' وقیل ما یعرف اعیانهن وهذا ضعیف لأن المتلفعة فی النهار ایضاً لا یعرف عینها فلا یبقی فی الکلام فائدة(۴۴)

''الغلس'' سے مراد رات کی تاریکی کا باقی ہونا ہے۔ داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ذات معلوم نہ ہوتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ دن میں بھی جس عورت نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا کر رکھا ہو اُس کی ذات معلوم نہیں ہوتی تو کلام کا فائدہ باقی نہیں رہتا (یعنی حدیث میں جو کلام ہے)۔

علامہ البانی نے اپنے کیے گئے معنی کی تائید میں ایک روایت کے الفاظو ما یعرف بعضنا وجوه بعض نقل کیے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بالکل ایک دوسری روایت کے ہیں کہ جس کا اس روایت سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ یہ مکمل روایت اس طرح ہے:

عبد الله بن أیاس الحنفی عن أبیه قال کنا نصلی مع عثمان الفجر فننصرف و یعرف بعضنا وجوه بض (۴۵)

حضرت عبداللہ بن اَیاس الحنفی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تھے تو ہم ایک دوسرے کے چہرے نہ پہچان سکتے تھے۔

پہلی روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی بات ہو رہی ہے اور دوسری روایت میں حضرت عثمان کے زمانے کی

بات ہے۔

پہلی روایت میں عورتوں کی پہچان کا معاملہ زیر بحث ہے جبکہ دوسری روایت میں مردوں کی پہچان کی بات ہو رہی ہے۔ دونوں روایات کے پس منظر میں اس قدر واضح فرق کے بعد پہلی روایت کے الفاظ کی' دوسری روایت کے الفاظ سے تشریح کیسے کی جا سکتی ہے؟

پانچویں دلیل :

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ ...... فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ ...... فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ' ثُمَّ قَالَ : ((تِلْكِ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِي اعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ))[٤٦] (وفى رواية) قال : ((اِنْتَقِلِيْ اِلٰى اُمِّ شَرِيْكٍ وَاُمُّ شَرِيْكٍ امْرَاَةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَظِيْمَةُ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ' يَنْزِلُ عَلَيْهَا الضِّيْفَانُ)) فَقُلْتُ: سَاَفْعَلُ' فَقَالَ : ((لَا تَفْعَلِيْ اِنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ امْرَاَةٌ كَثِيْرَةُ الضِّيْفَانِ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّسْقُطَ عَنْكِ خِمَارُكِ اَوْ يَنْكَشِفَ الثَّوْبُ عَنْ سَاقَيْكِ فَيَرَى الْقَوْمُ مِنْكِ بَعْضَ مَا تَكْرَهِيْنَ وَلٰكِنِ انْتَقِلِيْ اِلَى ابْنِ عَمِّكِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ))[٤٧]

''فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دی اور غائب ہو گئے...... حضرت فاطمہ بنت قیسؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا...... تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اُمّ شریک کے گھر میں عدت گزاریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اُمّ شریک کے ہاں میرے کافی صحابہؓ کا آنا جانا ہوتا ہے' اس لیے تم ابن اُم مکتوم کے ہاں عدت گزار لو' کیونکہ وہ ایک نابینا آدمی ہیں' لہٰذا تم اپنے (اضافی) کپڑے وہاں اتار کر رکھ سکتی ہو''۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اُمّ شریک کے ہاں منتقل ہو جاؤ۔ اور اُمّ شریک انصار کی ایک مالدار خاتون ہیں' اللہ کے راستے میں بہت زیادہ خرچ کرنے والی ہیں' ان کے ہاں مہمانوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے''۔ تو میں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تو ایسا مت کر! کیونکہ اُمّ شریک کے ہاں مہمان کثرت سے آتے جاتے رہتے ہیں' اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ تیری چادر گر جائے یا کپڑا تیری پنڈلیوں سے کھل جائے اور لوگ تیرے جسم کا وہ حصہ دیکھیں کہ جس کا دیکھنا تجھے بھی ناپسند ہو۔ بلکہ تو ابن اُم مکتوم کے ہاں منتقل ہو جا جو کہ تیرے چچا کے بیٹے ہیں۔''

یہ حدیث بالکل بھی اس معاملے میں واضح نہیں ہے کہ اس میں فاطمہ بنت قیسؓ کا چہرہ کھلنے کا تذکرہ ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بات جو آپؐ نے کی ہے' وہ یہ کہ ''اَنْ يَّسْقُطَ خِمَارُكِ'' ''کہ تیری چادر گر جائے''۔ اب یہ چادر چہرے سے گرنے کا تذکرہ ہے یا سر سے' اس بارے میں حدیث خاموش ہے' لہٰذا چادر گرنے سے' سر سے چادر گرانا مراد لینا درست نہیں ہے۔

علامہ البانی کا استدلال: علامہ البانی نے اس حدیث سے ان الفاظ میں استدلال کیا ہے:

ووجه دلالة الحديث على ان الوجه ليس بعورة ظاهر' وذلك لان النبى ﷺ اقر

ابنة قیس علی ان یراها الرجال وعلیها الخمار۔ وهو غطاء الرأس ' فدل هذا علی ان الوجه منها لیس بالواجب ستره کما یجب ستر رأسها(۴۸)

''اس حدیث کی اس بات پر دلالت کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے' واضح ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ نبی اکرمﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ کو یہ بات سمجھائی کہ اس کو مرد اس حال میں دیکھیں جبکہ اس نے خمار (چادر) اوڑھی ہو اور 'خمار' سر کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے جیسا کہ سر ستر میں داخل ہے''۔

علامہ البانی کے استدلال کی کمزوری : علامہ البانی کا یہ استدلال انتہائی کمزور ہے۔ علامہ البانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ خمار سر کو اوڑھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے' غلط ہے۔ اس غلطی کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر لغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''جلباب'' یا ''خمار'' کے الفاظ سر کی چادر کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو اس سے اس بات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے کہ اب یہ چادر چہرہ چھپانے کے لیے استعمال نہیں کی جا سکتی؟ کیا دورِ جاہلیت میں کوئی ایسا قانون لاگو تھا کہ جس کے مطابق ''جلباب'' یا ''خمار'' وغیرہ کو سر ڈھانپنے کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کے لیے نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ''جلباب'' اور ''خمار'' سر ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا تو اس سے اس بات کی نفی کہاں سے ہوتی ہے کہ ان سے چہرہ نہیں ڈھانپا جا سکتا؟ جبکہ آج کل کے زمانے میں پردہ دار خواتین گھر میں کسی نامحرم کی آمد پر اپنے سر پر اوڑھی ہوئی چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیتی ہیں۔ بعض اوقات یہ چادر دوپٹہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

۲) دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ''جلباب'' کے بارے میں بخاری اور ابوداؤد کی روایت سے ثابت کیا کہ مسلمان عورتیں ''جلباب'' کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں' اسی طرح ''خمار'' کے بارے میں بھی ہمیں ایسی روایات ملتی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں ''خمار'' کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں۔

الف) حضرت فاطمہ بنت منذرؒ بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِى بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ (۴۹)

''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں''۔

ب) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

کنا ندخل علی اُم المؤمنین یوم الترویة فقلت لها یا ام المؤمنین هنا امرأة تأبی ان تغطی وجهها وهی محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (۵۰)

''ہم ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا

خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا''۔
وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی' جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔
۳) خود علامہ البانی نے بھی ''حجاب المرأة المسلمة'' میں آگے چل کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہوجاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة في الخمار المذهب
افسدت نسك اخي التقي المذهب
نور الخمار ونور خدك تحته
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

فقد وصفها بان خمارها كان على وجهها ايضاً (۵۱)

''تو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے۔ مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلہ کیوں نہیں مار رہا! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا'' علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد ''نور الخمار ونور خدك تحته'' ہے۔

چھٹی' ساتویں' آٹھویں' بارھویں اور تیرھویں دلیل :

یہ پانچ روایات وہ ہیں کہ جو چہرے کی بجائے' ہاتھوں اور آنکھوں کے کھلا رکھنے کی دلیل ہیں اور ہم تو اس مؤقف کے قائل ہیں کہ عورت کے لئے اپنے ہاتھ اور آنکھیں کھلا رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ " الا ما ظهر منها" میں داخل ہیں اور ان کے ڈھانپنے میں عورت کے لیے مشقت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جبکہ ہاتھوں کا پردہ مستحب ہے۔ اب ہم ان پانچ روایات کا مختصر متن بالترتیب ذکر کیے دیتے ہیں:

پانچویں دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ جس میں عید کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا عورتوں کو خطبہ دینے اور صدقے کی ترغیب کا بیان ہے اس روایت کے الفاظ ہیں:

فرأيتهن يهوين بأيديهن يقذفنه في ثوب بلال (۵۲)

پس میں نے انھیں دیکھا وہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا رہی تھیں اور زیورات حضرت بلال کے کپڑے میں پھینک رہی تھیں۔

ساتویں دلیل سبیعہ بنت حارث کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے شوہر سعد بن خولہ کی وفات ہو گئی اور وہ حاملہ تھی۔ چار مہینے دس دن کی عدت گزرنے سے پہلے ہی وضع حمل ہوگیا اور نفاس کے دن گزارنے کے بعد وہ تیار ہوئیں۔ اس حالت میں ان کی ملاقات ابو السنابل سے ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تمہاری عدت تو چار ماہ دس دن ہے وہ پوری کرو۔ اس روایت میں ان صحابیہ کی تیاری کے بارے میں یہ الفاظ مروی ہیں:

و قد اکتحلت(و اختضبت و تهيأت) (٥٣)

اور انھوں نے سرمہ لگایا اور مہندی لگائی اور تیار ہوئیں۔

آٹھویں دلیل حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

أن امرأة أتت النبی ﷺ تبايعه و لم تكن مختضبة فلم يبايعها حتى اختضبت (٥٤)

ایک عورت آپؐ کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئی لیکن اسنے ہاتھوں پر مہندی نہیں لگائی ہوئی تھی تو آپؐ نے اس سے بیعت نہ کی یہاں تک کہ اس نے مہندی لگا لی۔

بارہویں دلیل عبد اللہ بن محمد کی روایت ہے کہا یک خاتون بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے ہاتھ پر مارا۔اس روایت کے الفاظ ہیں:

فضرب يدی فسقطت اللقمةفقال لا تأكلي بشمالك (٥٥)

تو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے ہاتھ پر مارا تو لقمہ گر گیا تو آپؐ نے فرمایا بائیں ہاتھ سے نہ کھا۔

تیرہویں دلیل حضرت ثوبان کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

جاء ت بنت هبيرة الى النبی ﷺ و فی يدها فتخ من ذهب فجعل النبی ﷺ يضرب يدها بعصية معه (٥٦)

بنت ہبیرۃ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ اپنا عصا اس کے ہاتھ پر مارنے لگے۔

لہذا یہ پانچوں روایات چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل نہیں بن سکتی۔

نویں دلیل:

حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے کہا:

ألا أريك امرأة من أهل الجنة فقلت بلى قال هذه المرأة السوداء أتت النبی ﷺ فقالت أنی أصرع و انی أتكشف فادع الله قال ان شئت صبرت و لك الجنة و ان شئت دعوت الله أن يعافيك فقالت أصبر فقالت انی أتكشف فادع الله لی ألا أتكشف فدعا لها (٥٧)

کیا میں تجھے جنت کی ایک عورت نہ دکھاؤں تو میں نے کہا کہ کیوں نہیں، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا یہ کالی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں(یعنی میرا ستر کھل جاتا ہے) تو آپؐ اللہ سے دعا کریں۔آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو (اپنی بیماری پر)صبر کر اور اس کے بدلے تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے اللہ تعالی سے عافیت کی دعا کر دیتا ہوں اس عورت نے کہا کہ میں صبر کروں گی لیکن میں ننگی ہو جاتی ہو(یعنی میرا ستر کھل جاتا ہے) آپؐ اللہ تعالی سے دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوں تو آپؐ نے اس کے لیے دعا کی۔

ایک ایسی عورت جس پر مرگی کے دورے پڑتے ہوں اور اس دوران اس کا ستر بھی کھل جاتا ہو اور اس میں اتنا

شعور بھی نہ باقی رہے کہ وہ اپنے جسم کو چھپا سکے تو ایسی عورت چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

روایت اس بارے میں واضح ہے کہ مرگی کے دورے کے وقت اس عورت کے ہاتھ اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء بھی کھل جاتے تھے اور اجنبی افراد کی اس حالت میں اس کے ان اعضاء پر نظر بھی پڑتی تھی' اسی لیے تو اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ لہذا یہ ناممکن نہیں ہیکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کو کسی وقت مرگی کی حالت میں دیکھا ہو اور بعد میں "ھذہ المرأۃ السوداء" کے الفاظ سے اس کی یہ صفت حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے بیان کی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جب یہ الفاظ کہے ہوں اس وقت وہ عورت مرگی کی کیفیت میں ہو' اور اگر عورت مرگی کی کیفیت میں ہو تو وہ شرعی احکام کی مکلّف نہیں ہے کیونکہ تکلیف احکام کے لیے عاقل ہونا شرط ہے' اس لیے ایک غیر مکلّف' مکلفین کے لیے کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتا۔ صحیح بخاری کی ایک راویت کے الفاظ ہیں:

عن ابن جریج اخبرنی عطاء انه رأی أم زفر تلك امرأۃ طویلة سوداء علی ستر الکعبة (۵۸)

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے یہ خبر دی کہ انھوں نے اُم زفر کو کعبہ کے پردے پر دیکھا وہ ایک طویل اور کالی عورت ہیں۔

ابن حجرؒ نے ایک اس حدیث کی شرح میں ''مسند بزار'' کی ایک اور روایت میں نقل کی ہے کہ جس میں ہے کہ اس عورت کو یہ تکلیف ایک جن کی وجہ سے تھی اور جب بھی اس کو یہ تکلیف ہوتی تو وہ کعبے کے پردے کے ساتھ لٹک جاتی تھی۔

انی أخاف الخبیث أن یجردنی فدعا لها فکانت اذا خشیت أن یأتیها تأتی أستار لکعبة فتتعلق بها(۵۹)

مجھے اس خبیث سے یہ ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے ننگا کر دے تو آپؐ نے اس کے لیے دعا کی تو جب بھی اس عورت کو یہ خوف محسوس ہوتا کہ وہ جن اس کے پاس آئے گا تو وہ کعبہ کے پردوں کے پاس آ کر ان سے لٹک جاتی تھی۔

دسویں دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے امام ترمذی اس کو یوں نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتیبةحدثنا نوح بن قیس عن عمرو بن مالك عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قال کانت امرأۃ تصلی خلف رسول اللهﷺ حسناء من أحسن الناس (قال ابن عباس:لا والله مارأیت مثلها قط) فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الأول لئلا یراها و یستأخر بعضهم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا

رکع نظر من تحت ابطیه (وجافی یدیه) فأنزل الله﴿ولقد علمنا المستقدمین و لقد علمنا المستأخرین﴾(٦٠)

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں نوح بن قیس نے حدیث بیان کی وہ عمرو بن مالک اور وہ ابو الجوزاء سے اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ایک بہت خوبصورت عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی (ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس جیسی عورت کبھی نہیں دیکھی) بعض لوگ اس عورت کی وجہ سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے تا کہ اس کو نہ دیکھ سکیں اور بعض اس کہ وجہ سے سب سے آخری صف میں ہوتے تھے تو ان میں سے کوئی ایک جب رکوع کرتا تو اپنی بغل کے نیچے سے دیکھتا (اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے علیحدہ کرتا) تو اللہ تعالی نے یہ آیت مبارکہ نازل کی ''اور ہم نے جان لیا تم میں ان لوگوں کو جو آگے بڑھ جانے والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے رہ جانے والے ہیں۔

۱) اس حدیث میں جن آیات مبارکہ کا تذکرہ ہے وہ ''سورۃ الحجر'' کی آیات ہیں جو کہ مکی ہیں اور مکہ میں نہ تو پردے کے احکامات تھے اور نہ ہی کوئی ایسی مسجد تھی جہاں مسلمان اکٹھے ہو کے نماز پڑھتے ہوں اور عورتیں بھی وہاں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آتی ہوں۔

۲) صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''أوس بن عبد اللہ الربعی أبو الجوزاء'' ہے کہ جس کے بارے میں ابن حجرؒ امام بخاریؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی اسناده نظر و یختلفون فیه انما قاله عقب حدیث رواه له فی التاریخ من روایة عمرو بن مالك البکری و البکری ضعیف عنده (٦١)

اس کی سند محل نظر ہے اور محدثین کا اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ الفاظ ''ابو الجوزاء'' کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد کہے ہیں اور یہ روایت عمرو بن مالک البکری سے ہے جو کہ امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔

ابن حجر کے نزدیک امام بخاری نے ''ابو الجوزاء'' کی اس سند پر اعتراض کیا ہے جو کہ عمرو بن مالک سے ہے۔ لہذا اگر کسی حدیث کی سند میں عمرو بن مالک اگر ابو الجوزاء سے راویت نقل کر رہا ہو تو وہ سند امام بخاری کے نزدیک محل نظر ہے۔

آگے چل کر ابن حجر ''ابن عدی'' کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال ابن عدی حدث عنه عمرو بن مالك قدر عشرة احادیث غیر محفوظة (٦٢)

ابن عدی نے کہا ہے کہ عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے تقریبا دس احادیث نقل کی ہیں جو کہ غیر محفوظ ہیں۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ ابو الجوزاء اگر چہ اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ اور قابل قبول ہے لیکن محققین کے نزدیک وہ روایات جو کہ عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کی ہیں وہ غیر محفوظ اور محل نظر ہیں۔ اور مذکورہ بالا روایت بھی ان روایات میں سے ایک ہے کہ جن کو عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کیا ہے

۳) صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابو الجوزاء کا قول ہے اور اس کی نسبت ابن عباس کی طرف صحیح نہیں ہے۔ امام

ترمذی اس روایت کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

روى جعفر بن سليمان هذا الحديث عن عمرو بن مالك عن ابى الجوزاء نحوه و لم يذكر فيه عن ابن عباس و هذا أشبه أن يكون أصح من حديث نوح (٦٣)

جعفر بن سلیمان نے اس حدیث کو عمرو بن مالک سے نقل کیا ہے اور وہ ابوالجوزاء سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اور انھوں نے اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں کیا اور یہ حدیث نوح کی حدیث سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔(یعنی اس روایت کا ابن عباس سے نہ مروی ہونا زیادہ صحیح ہے)۔

امام عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لكن الأشبه انه قول ابى الجوزاء كما صرح به الترمذى (٦٤)

زیادہ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ ابوالجوزاء کا قول ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے۔

امام ابن کثیر ''سورۃ الحجر'' کی آیت چوبیس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و قد ورد فيه حديث غريب جدا ---و هذا الحديث فيه نكارة شديدة و قد رواه عبد الرزاق عن جعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك و هو النكرى أنه سمع أبا الجوزاء يقول ---فالظاهر أنه من كلام ابى الجوزاء فقط ليس فيه لابن عباس ذكر (٦٥)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ایک بہت ہی اجنبی روایت نقل ہوئی ہے ...(آگے اس روایت کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)اور اس حدیث میں بہت زیادہ اجنبیت ہے۔عبدالرزاق نے اس حدیث کو جعفر بن سلیمان سے نقل کیا ہے وہ عمرو بن مالک النکری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابولجوزاء سے سنا ہے کہ وہ کہ رہے تھے ...بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابوالجوزاء کا کلام ہے اس میں ابن عباس کی کوئی بات شامل نہیں ہے۔

گیارویں دلیل:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

أخبرنا قبيصة اخبرنا سفيان عن أبى اسحاق عن عبد الله بن حلام عن عبد الله بن مسعود قال رأى رسول الله ﷺ امرأة فأعجبته فأتى سودة و هى تصنع طيبا و عند ها نساء فاخلينه فقضى حاجته ثم قال أيما رجل رأى امرأة تعجبه فليقم الى أهله فان معها مثل الذى معها(٦٦)

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا وہ آپ کو اچھی لگی تو آپؐ حضرت سودہؓ کے پاس آئے اور وہ خوشبو لگاتی تھیں ان کے پاس اس وقت عورتیں تھیں تو ان عورتوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔آپؐ نے اپنی خواہش پوری کی پھر کہا جو بھی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی'' قبيصة'' ہے اس نے بہت چھوٹی عمر میں ''ابوسفیان ثوری

'' کی شاگردی اختیار کی اس لیے اس کی روایت ابو سفیان ثوری سے صحیح نہیں ہے۔امام مزی اس کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

و قال ابو بکر بن أبی خیثمة عن یحی بن معین قبیصة ثقة فی کل شیء الا فی حدیث سفیان لیس بذاك القوی فانه سمع منه و هو صغیر(٦٧)

ابو بکر بن ابی خیثمہ' یحی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ قبیصہ ہر چیز میں ثقہ ہے سوائے سفیان ثوری کی روایت کے' اس سے روایت کرنے میں وہ قوی نہیں ہے اس نے سفیان ثوری سے اس وقت سنا ہے جب کہ وہ چھوٹا تھا۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ''عبد اللہ بن حلام'' ہے جو کہ غیر معروف ہے۔امام ذہبی نے اس کے بارے میں "لا یکاد یعرف "کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ اس روایت میں ''سفیان ثوری'' اور ''ابو اسحاق'' دونوں مدلس راوی ہے اور وہ "عنعنه" سے روایت کر رہے ہیں لہذا ان کی روایت نا قابل قبول ہے۔

اس روایت میں اس بات کی بھی وضاحت موجود نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جس عورت کو دیکھا تھا وہ مسلمان تھی یا غیر مسلم' کیونکہ مدینہ میں غیر مسلم بھی آباد تھے۔اس لیے ایسی محتمل روایت چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

چودھویں دلیل :

حدثنا یعقوب بن کعب الانطاکی ومؤمّل بن الفضل الحرّانی قالا حدثنا الولید عن سعید بن بشیر عن قتادة عن خالد قال یعقوب بن دریك عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیْهَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: ((یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ یُرٰی مِنْهَا اِلاَّ هٰذَا وَهٰذَا)) وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ (٦٨)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اسماء! جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے جسم کے اعضاء میں سوائے اِس کے اور اِس کے کچھ نظر آئے'' اور آپؐ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔''

روایت کی استنادی حیثیت

علامہ البانی کی تحقیقات اس روایت کے بارے میں متضاد ہیں انھوں نے اس روایت کو ''صحیح ابوداؤد :۴۱۰۴'' اور ''الرد المفحم :۷۹'' میں صحیح کہا ہے۔اسی طرح ''صحیح الترغیب :۲۰۴۵'' اور ''مشکاۃ المصابیح :۴۲۹۸'' میں اسے ''حسن لغیرہ'' کہا ہے''۔اسی طرح ''صحیح الجامع :۷۸۴۷'' اور ''غایۃ المرام :۱۸۷'' میں اسے ''حسن'' کہا ہے اور ''ارواء الغلیل :۱۷۹۵'' میں اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔اس روایت میں چار علل

ہیں:

پہلی علت : خالد بن دریک کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے' لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔ امام ابوداؤد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا مرسل خالد بن دريك لم يدرك عائشة (٦٩)

''یہ روایت مرسل ہے۔ خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ کو نہ پایا۔''

دوسری علت: اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔ جمہور اور جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل نے سعید بن بشیر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر چہ بعض علماء نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے' لیکن ایسے علماء بہت کم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جمہور علماء کی طرف سے کی گئی جرح مفسر ہے۔ اور علمِ جرح وتعدیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل میں اختلاف ہو جائے تو جرح اگر مفسر ہوگی تو اس کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے گا۔ امام مزی سعید بن بشیر کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

وقال الدوری وغيره عن ابن معين ليس بشیء وقال عثمان الدارمی وغيره عن ابن معين ضعيف وقال علی بن المدينی كان ضعيفا وقال محمد بن عبدالله بن نمير منكر الحديث ليس بشیء ليس بقوی الحديث يروی عن قتادة المنكرات وقال البخاری يتكلمون فی حفظه وهو محتمل وقال ابن ابی حاتم سمعت ابی وابا زرعة يقولان محله الصدق عندنا وقال النسائی ضعيف وقال الحاكم ابو احمد ليس بالقوی عندهم وقال ابن عدی والغالب عليه الصدق وقال الآجری عن ابی داؤد ضعيف وقال ابن حبان كان ردی الحفظ فاحش الخطأ وقال ابوبكر البزار هو عندنا صالح ليس به بأس وقال بقية عن شعبة ذلك صدوق اللسان فی الحديث (٧٠)

''دَوری وغیرہ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ سعید بن بشیر کچھ نہیں ہے۔ امام عثمان الدارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔ علی بن مدینی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور حدیث کے معاملے میں قوی نہیں ہے' قتادہ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کو اس کے حفظ میں کلام ہے اور وہ محتمل ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب اور ابوزرعہ سے سنا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک صدوق ہے۔ نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ صدوق ہے۔ آجری نے ابی داؤد سے نقل کیا ہے کہ ابوداؤد اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان نے ردّی الحفظ اور فاحش الغلط قرار دیا ہے۔ ابوبکر البزار نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ صالح الحدیث ہے۔ بقیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث کے معاملے میں صدوق ہے۔''

ہم مذکورہ بالا عبارت میں دیکھ رہے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل یحییٰ بن معین' علی بن مدینی' ابوداؤد' نسائی' ابنِ حبان اور بخاری نے اسے ضعیف راوی شمار کیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے تو اس کی قتادہ سے بیان کی گئی روایات کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

تیسری علت : اس حدیث کی سند میں قتادہ اور ولید دو راوی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیحین یا ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں کے علاوہ (مثلاً مستدرك علی الصحیحین) اگر کسی کتاب میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت بیان کرے گا تو وہ روایت ضعیف شمار ہوگی۔ صحیحین اور ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود مدلس راویوں کے عنعنہ کے بارے میں ہم امام نووی اور امیر صنعانی کے حوالے سے بحث کر چکے ہیں کہ ان کتابوں کی روایات اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

١) قتاده بن دعامة السدوسی البصری صاحب انس بن مالك كان حافظ عصره وهو مشهور بالتدليس وصفه به النسائی وغيره من الطبقة الثالثة[٧١]

''قتادۃ بن دعامہ السدوسی البصری حضرت انس بن مالکؓ کے صاحبین میں سے ہیں' اپنے زمانے کے حافظ تھے۔ تدلیس میں معروف ہیں۔ ان پر مدلس ہونے کا الزام امام نسائی اور دوسرے محدثین نے لگایا ہے۔ یہ تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

٢) وليد بن مسلم الدمشقی معروف موصوف بالتدليس الشديد مع الصدق من الرابعة[٧٢]

''ولید بن مسلم الدمشقی بہت زیادہ تدلیس کرنے میں معروف و موصوف ہیں' صادق ہیں' چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں''۔

چوتھی علت : حضرت عائشہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ دونوں کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے۔ دونوں کے بارے میں احادیث بیان ہو چکی ہیں کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو جلیل القدر صحابیات ایک روایت کو بیان کریں اور ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہو؟ مذکورہ بالا چار علل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے' اس لیے اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔

پندرھویں دلیل:

پندرھویں دلیل ''اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس قول پر تفصیلی بحث ہم سورۃ النور کی آیت ٣١ کی وضاحت میں کر چکے ہیں کہ:

ا) ابن عباسؓ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

ب) اگر یہ صحیح سند سے ثابت ہو بھی جائے تو اس سے مراد ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے چہرے کا کھل جانا ہے۔

جیسا کہ مشہور مفسر ابن عطیہ نے ''اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور علامہ قرطبی نے بھی اس تفسیر کو حسن کہا ہے۔

حواشی

١) سنن ابی داوٗد' کتاب المناسك' باب فی المحرمة تغطی وجهها۔
٢) صحیح البخاری' کتاب الحج' باب ما ینهی من الطیب للمحرم والمحرمة۔
٣) مجموعة رسائل فی الحجاب والسفور' جماعة من العلماء' ص ٨٠ ' ادارة البحوث العلمية والافتاء' رياض۔
٤) فتاوی ابن تیمیه'علامه ابن تیمیه'جلد٢٦'ص ١١٢ تا ١٣۔
٥) صحیح البخاری' کتاب التفسیر' باب لو لا اذ سمعتموه...... الخ۔
٦) صحیح البخاری' کتاب تفسیر القرآن' باب ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔
٧) موطا امام مالك' کتاب الحج' باب وانما یعمل الرجل مادام حیا فاذا مات فقد انقضی۔
٨) التلخیص الحبیر' ابن حجر عسقلانی' جلد٢' ص ٢٧٢۔
٩) حجاب المرأة المسلمة' علامه البانی' ص ٣٣۔
١٠) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لبن الفحل۔
١١) صحیح مسلم' کتاب الرضاع' باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل۔
١٢) صحیح البخاری' کتاب الجهاد والسیر' باب ما یقول اذا رجع من الغزو۔
١٣) اخرجه ابن سعد بحواله حجاب المرأة المسلمة' علامه البانی' ص ٤٩' ٥٠۔
١٤) صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب غزوة خیبر۔
١٥) صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب غزوة طائف فی شوال سنة ثمان۔
١٦) سنن ابی داوٗد' کتاب الترجل' باب فی الخضاب للنساء۔
١٧)سنن الترمذی' کتاب اللباس عن رسول اللهﷺ' باب ما جاء فی جرذیول النساء۔
١٨) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لا یخلون رجل بامرأة الاذو محرم والدخول علی۔
١٩) سنن الترمذی' کتاب الرضاع' باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات و رواه ابن حبان فی صحیحه والطبرانی فی الکبیر۔
٢٠) عارضة الأحوذی شرح جامع الترمذی 'علامه ابن العربی'جلد٣'ص٩٢۔
٢١) سنن ابن ماجه' کتاب النکاح' باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوجها۔
٢٢) سنن ابن ماجه' کتاب النکاح' باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوجها۔
٢٣) صحیح البخاری' کتاب الصلاة' باب وجوب الصلاة فی الثیاب۔
٢٤) صحیح البخاری' کتاب الحج' باب حج المرأة عن الرجل۔
٢٥) فتح الباری' جلد١١' ص ١٠' المکتبة السلفیة۔
٢٦) أیضا۔
٢٧) حجاب المرأة المسلمة' علامه البانی' ص ٢٩۔
٢٨) سنن النسائی' کتاب آداب القضاة' باب الحکم بالتشبیه والتمثیل وذکر الاختلاف علی الولید۔
٢٩) سنن ابن ماجه' کتاب المناسك' باب الحج عن الحی اذا لم یستطع۔

٣٠) سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب الحج عن الحی الذی لا یستمسك علی الرحل۔
٣١) مسند احمد، امام احمد، جلد٣، ص٢٤٢۔
٣٢) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبیﷺ۔
٣٣) صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین۔
٣٤) أیضا
٣٥) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب اذا جاءكَ المؤمنات یبایعنكَ۔
٣٦) سنن الترمذی، کتاب الایمان عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فی استکمال الایمان وزیادته ونقصانه۔
٣٧) سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب فتنة النساء۔
٣٨) مسند احمد : ٣٩٣٧۔
٣٩) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیما۔
٤٠) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر۔
٤١) صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت الفجر۔
٤٢) حجاب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص
٤٣) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت الفجر۔
٤٤) صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبکیر بالصبح۔
٤٥) مصنف ابن ابی شیبه، ابن ابی شیبه، جلد١، ص٣٥٤۔
٤٦) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔
٤٧) صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب قصة الجساسة۔
٤٨) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٦٥۔
٤٩) موطا امام مالك، کتاب الحج، باب وانما یعمل الرجل مادام حیا فاذا مات فقد انقضی۔
٥٠) التلخیص الحبیر، ابن حجر عسقلانی، جلد٢، ص ٢٧٢۔
٥١) حجاب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٣٣۔
٥٢) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٦٨
٥٣) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٦٩
٥٤) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٧٠
٥٥) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٧١
٥٦) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٧٢
٥٧) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص٧٠
٥٨) صحیح بخاری، کتاب المرضی، فضل من یصرع من الریح
٥٩) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب المرضی، فضل من یصرع من الریح
٦٠) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله، باب من سورة الحجر
٦١) تهذیب التهذیب، علامه ابن حجر، جلد ١، ص ٣٣٦۔
٦٢) أیضا

٦٣) سنن الترمذی'کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله'باب من سورة الحجر

٦٤) تحفة الأحوذی شرح سنن الترمذی'کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله'باب من سورة الحجر

٦٥) تفسیر ابن کثیر'علامه ابن کثیر'سورة الحجر:٢٤۔

٦٦) سنن الدارمی'کتاب النکاح 'باب الرجل یری المرأة فیخاف علی نفسه۔

٦٧) تهذیب لکمال'امام مزی'جلد٨'ص٣٢٢۔

٦٨) سنن ابی داوٗد' کتاب اللباس' باب فیما تبدی المرأة من زینتها۔

٦٩) سنن ابی داوٗد' کتاب اللباس' باب فیما تبدی المرأة من زینتها۔

٧٠) تهذیب الکمال' امام مزی' جلد٤' ص ١٠۔

٧١) اتحاف ذوی الرسوخ لمن رمی بالتدلیس من الشیوخ' شیخ حماد بن محمد الانصاری' ص ٤٢۔

٧٢) اتحاف ذوی الرسوخ لمن رمی بالتدلیس من الشیوخ' شیخ حماد بن محمد الانصاری' ص ٥٤۔

باب سوم

چہرے کا پردہ: آثار صحابہؓ وتابعینؒ کی روشنی میں

فصل اول

آثار صحابہؓ و تابعینؒ

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے زمانے اور اپنے بعد آنے والے دو زمانوں کو ''خیر القرون'' میں شمار کیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

((خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ))(۱)

''تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے' پھر وہ لوگ جو کہ ان سے ملے ہوئے ہوں' پھر وہ لوگ جو اُن سے ملے ہوئے ہوں''۔

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کا زمانہ' پھر صحابہؓ کا زمانہ اور پھر تابعینؒ کا زمانہ ''خیر القرون'' میں سے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ کرتی تھیں' جیسا کہ احادیث مبارکہ کے بیان میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعین کے زمانے میں بھی مسلمان خواتین چہرے کو چھپا کر رکھتی تھیں' جیسا کہ ذیل میں دیے گئے آثار سے اس بات کی تائید ہو رہی ہے۔ یہ پردہ خیر القرون سے نسل در نسل تواترِ عملی کے ساتھ اُمت مسلمہ میں منتقل ہوا ہے اور آج بھی اُمت مسلمہ میں مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد شریعت کے اس حکم پر کاربند ہے۔ ذیل میں ہم آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کر رہے ہیں کہ صحابہ اور تابعین نے قرآن وسنت کی نصوص سے کیا سمجھا تھا۔

۱) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ : کُنَّا نُغَطِّی وُجُوْھَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَکُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذٰلِکَ فِی الْاِحْرَامِ (۲)

''حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ''ہم مردوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں اور ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں اور جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں۔ حضرت اسماءؓ کا یہ بیان اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہ تھا۔ علامہ البانی نے اس روایت کو ''جلباب المرأة المسلمہ: ص ۱۰۸'' پر صحیح کہا ہے۔

۲) عن فاطمة بنت المنذر انها قالت : کُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْھَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ (۳)

''حضرت فاطمہ بنت منذرؒ سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''

یہ روایت صحیح ہے۔ علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

۳) عن یعقوب قال حدثنا ابن علیة عن ابن عون عن محمد عن عبیدة فی قوله

تعالیٰ: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ فلبسها عندنا ابن عون قال ولبسها عندنا محمد قال محمد ولبسها عندی عبیدة قال ابن عون بردائه فتقنع به فغطی انفه وعینه الیسری واخرج عینه الیمنی وأدنی رداء ہ من فوق حتی جعله قریبا من حاجبه أو علی الحاجب (٤)

''یعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا' وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلباب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپا لی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے قریب کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ابرو تک پہنچایا یا ابرو کو بھی چھپا لیا۔'' یہ روایت صحیح ہے۔

٤) عن انس قال رای عمر امة لنا متقنعة فضر بها وقال لا تشبهی بالحرائر (٥)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔'' یہ روایت صحیح ہے۔ علامہ البانی نے بھی اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

٥) روی ابن عیینة عن اسماعیل بن ابی خالد قال اخبرتنی امی واختی انهما دخلتا علی عائشة ام المؤمنین فسألتا ها کیف تخمر المرأة وجهها فاخذت اسفل خمارها فغطت به وجهها (٦)

''ابن عیینہ اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میری ماں اور بہن نے خبر دی کہ وہ دونوں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان سے سوال کیا کہ عورت اپنے چہرے کو کیسے ڈھانپے؟ تو حضرت عائشہؓ نے ان کی چادر کا نچلا حصہ پکڑا اور اس کے ساتھ ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا''۔

٦) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

کنا ندخل علی اُم المؤمنین یوم الترویة فقلت لها یا اُم المؤمنین هنا امرأة تأبی ان تغطی وجهها وهی محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (٧)

''ہم (خواتین) ٨ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ہے جو کہ اس بات سے انکاری ہے کہ حالتِ احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے' تو حضرت عائشہؓ نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا''۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے آثار صحابہؓ وتابعینؒ سے ملتے ہیں' لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان کا ذکر نہیں کر رہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس نے ماننا ہو اُس کے لیے ایک ہی دلیل کافی ہے اور جس نے نہ ماننا ہو اُس کے لیے دلائل کا انبار بھی کم ہے۔

فصل دوم

قائلین استحباب حجاب اور آثار صحابہؓ وتابعینؒ

علامہ البانیؒ نے اپنی کتاب 'جلباب المرأة المسلمة' میں سولہ آثار بیان کیے ہیں جن سے یہ ثابت کیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں' مستحب ہے۔ہم اس فصل میں ان آثار کا بالترتیب جائزہ لیں گے۔

پہلی دلیل:

حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بیماری کے ایام ان کی عیادت کے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا:

أنه هو رجل أبيض خفيف الجسم عنده أسماء بنت عميس تذب عنه و هى امرأة بيضاء موشومة اليدين۔۔۔[۸]

کہ حضرت ابوبکرؓ سفید اور نحیف جسم کے مالک ہیں اور حضرت اُسماء آپ کے پاس تھیں جو کہ لوگوں کو آپ سے دور کر رہی تھیں اور وہ ایک سفید عورت تھیں جن کے ہاتھ گدے (کھال میں سوئی سے سوراخ کر کے ان میں سرمہ یا کوئی اور رنگ بھرنا) ہوئے تھے۔

اس روایت میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت اسماءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا ہاں یہ ضرور اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے نہیں تھے اور ہاتھوں کے بارے میں ہم پہلے ہی یہ موقف بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے ہاتھ اس کے ستر میں داخل نہیں ہیں اس لیے عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ راوی کو حضرت اسماءؓ کے سفید ہونے کا کیسے علم ہوا تو یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ہاتھوں کی جلد کی رنگت سے کسی کے جسم کی رنگت کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل:

اُبوالسلیلؒ فرماتے ہیں کہ

جاء ت ابنة أبى ذر و عليها مجنبتا صوف سفعاء الخدين۔۔[۹]

حضرت ابوذرؓ کی بیٹی آئیں اس حال میں کہ انہوں نے اُون کے دو کپڑے اوڑھ رکھے تھے اور وہ سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھیں....

علامہ البانیؒ نے اس روایت کی صحت کے بارے میں لکھا ہے 'اسنادہ جید فی الشواھد' یعنی یہ روایت بذاتہ تو کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتی لیکن شواہد کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔اس لیے ایک تو یہ اثر ہے یعنی حدیث نہیں ہے دوسرا یہ ضعیف بھی ہے اس لیے یہ کسی صحیح روایت یا اثر کی تائید میں تو نقل کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر کسی مسئلے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

تیسری دلیل:

عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسولﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور آپؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں:

فنظرت الیھا و قد ذھب الدم من وجھھا۔۔۔(۱۰)

پس میں نے حضرت فاطمہؓ کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے سے خون گر رہا تھا...

اس روایت کی سند کے بارے میں بھی علامہ البانیؒ نے لکھا ہے'سند لا بأس به في الشواهد'یعنی اس روایت کی سند ایسی ہے کہ شاہد کے طور پر اس کو پیش کیا جا سکتا ہے۔اس روایت کے بارے میں بھی ہم یہی کہیں گے کہ یہ ضعیف روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں نقل تو کی جا سکتی ہے لیکن کسی مسئلے کی مستقل دلیل یا بنیاد نہیں بن سکتی۔

چوتھی دلیل:

حضرت قبیصہ بن جابرؓ سے روایت ہے:

۔۔۔فانطلقت مع عجوز من بني أسد الی ابن مسعود في بيته في ثلاث نفر فرأی جبينها يبرق فقال أتحلقينه ۔۔۔(۱۱)

پس میں بنو اُسد قبیلے کی ایک بوڑھی عورت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا جبکہ ان کے پاس تین گروہوں میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس عورت کی پیشانی کو چمکتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: کیا تم اپنی پیشانی کو مونڈتی ہو...

یہ روایت بھی چہرے کو کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں بوڑھی عورت کا ذکر ہے اور بوڑھی عورتوں کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن میں ان کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت موجود ہے۔

پانچویں دلیل:

اُبو اُسماء الرحبی سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابو ذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے:

و عنده امرأة له سوداء مسغبة۔۔۔(۱۲)

اور ان کے پاس ان کی بیوی تھی جن کا رنگ کالا تھا اور وہ فاقے میں تھیں...

اس روایت میں بھی کسی جگہ اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا زیادہ سے زیادہ بات ان کے جسم کے رنگ کی گئی ہے اور جسم کے رنگ کا اندازہ ہاتھوں کو دیکھ کر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

چھٹی دلیل:

اریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پھانسی کے وقت حضرت اسماءؓ آئیں تو ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا:

أن أمه أسماء بنت أبي بكر جاء ت مسفرة الوجه متبسمة (۱۳)

کہ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کھلے چہرے کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے آئیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب پھانسی دی گئی تو ان کی عمر اس وقت ۷۳ سال تھی اور ان کی والدہ کی عمر یقیناً اس وقت ۷۳ سے زیادہ ہی ہوگی اور اس عمر میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت قرآن میں موجود ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ساتویں دلیل:

حضرت عمرؓ نے ایک لونڈی کو جلباب اوڑھے ہوئے دیکھا تو کہا:

فما بال الجلباب ضعيه عن رأسك انما الجلباب على الحرائر من نساء المؤمنين(١٤)

تجھے جلباب سے کیا ہے اس کو اپنے سر سے اتار رکھ جلباب تو اہل ایمان عورتوں میں سے صرف آزاد عورتوں کے لیے ہے۔

یہ روایت بھی چہرہ کھلا رکھنے میں واضح نہیں ہے اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلباب آزاد عورتوں کے لیے ہے نہ کہ لونڈیوں کے لیے۔'ضعيه عن رأسك' سے مراد یہ نہیں ہے کہ جلباب صرف سر ہی پر اوڑھا جاتا تھا۔ ہم جلباب کے حوالے سے سابقہ صفحات میں تفصیلا یہ بحث کر چکے ہیں کہ جلباب اصلا تو سر چھپانے کے لیے تھا اور سر پر ہی اوڑھا جاتا تھا لیکن عرب کی خواتین اسی سر کی اوڑھنی کو غیر محرم مردوں کی موجودگی میں اپنے چہرے کے سامنے لٹکا لیتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی صحیح بخاری میں موجود روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

آٹھویں دلیل:

ایک خاتون اور اس کے والد کا حضرت سعید بن زیدؓ سے ان کے گھر کے حوالے سے جھگڑا ہو گیا تو حضرت سعیدؓ نے اس کے بارے میں بددعا کی۔راوی کہتے ہیں کہ:

فرأيتها عمياء تلتمس الجدر تقول أصابتني دعوة سعيد بن زيد(١٥)

میں نے اس عورت کو دیکھا اس حال میں کہ وہ اندھی تھی اور دیواریں تلاش کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی ہے۔

اس روایت میں بھی کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہو کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔

نویں دلیل:

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے:

رأيت عائشة تفتل القلائد للغنم تساق معها هديا(١٦)

میں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ وہ ان بکریوں کے لیے ہار بٹ رہی تھیں جو کہ ہدی کے جانوروں کی صورت میں ان کے ساتھ تھیں۔

اس روایت میں بھی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے معلوم ہو کہ حضرت عائشہؓ کا چہرہ کھلا تھا دوسری بات یہ کہ ازواج مطہرات کے بارے میں تو علامہ البانیؒ سمیت تمام علماء کا اجماع ہے کہ ان کے لیے چہرے کا پردہ واجب تھا بہت غور و فکر کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ علامہ البانیؒ نے اس اثر کو کیوں نقل کیا؟

دسویں دلیل:

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں:

أرسلنی علی بن الحسین الی ربیع بنت معوذ أسألها عن وضوء رسول الله و کان یتوضاء عندهافأتیتها فأخرجت الی انا ء یکون مدا۔ ۔ ۔ فقالت بهذا کنت أخرج لرسول الله للوضوء(۱۷)

کہ مجھے علی بن حسینؒ نے ربیع بنت معوذؓ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھ سکوں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وضو کرتے تھے تو میں ربیع بنت معوذؓ کے پاس آیا تو انہوں نے میری طرف ایک برتن نکالا جو کہ ایک مد (ایک خاص پیمانے کا نام) تھا...تو انہوں نے کہا کہ اس سے میں اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے لیے پانی نکالتی تھی۔

اس اثر میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ ربیع بنت معوذؓ کا چہرہ کھلا تھا زیادہ سے زیادہ ان کے ہاتھوں کے کھلا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھنا شرعاً جائز ہے۔

گیارھویں دلیل:

حضرت عروۃ بن عبداللہؒ سے روایت ہے کہ وہ حضرت فاطمہ بنت علیؓ کے پاس گئے اور انہوں نے دیکھا:

فی یدها مسکا غلاظا فی کل ید اثنین اثنین قال و رأیت فی یدها خاتما(۱۸)

ان کے دونوں ہاتھوں میں دو موٹے کنگن تھے اور ایک ہاتھ میں انگوٹھی بھی تھی۔

یہ روایت بھی ہاتھ کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

بارھویں دلیل:

حضرت یحیٰ بن عثمانؒ سے روایت ہے:

کنت عند فاطمة بنت علی فجاء رجل یثنی علی أبیها عندها فأخذت رمادا فسفت فی وجهه(۱۹)

میں فاطمہ بنت علیؓ کے پاس تھا تو ایک آدمی ان کے پاس آیا اور ان کے والد کی تعریف کرنے لگا تو انہوں نے راکھ اٹھا کر اس کے چہرے پر پھینک دی۔

یہ روایت بھی ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کا اس میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

تیرھویں دلیل:

یحیٰ بن اَبی سلیمؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

رأیت سمراء بنت نهیك و کانت قد أدرکت النبی ﷺ علیها درع غلیظ و خمار غلیظ بیدها سوط تؤدب الناس و تأمر بالمعروف و تنهی عن المنکر (۲۰)

میں نے سمراء بنت نھیکؓ کو دیکھا اور انہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ پایا تھا انہوں نے ایک موٹا کرتہ (قمیص) پہن رکھا

تھا اور ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا وہ لوگوں کو ادب سکھاتی تھیں اور معروف کا حکم دیتیں اور منکر سے روکتیں تھیں۔

اس روایت میں بھی کہیں بھی چہرہ کھلا رکھنے کا ذکر نہیں ہے ہاں ہاتھ کھلا رکھنے کا امکان اس حدیث میں موجود ہے۔

چودھویں دلیل :

عن میمون قال دخلت علی أم الدرداء فرأیتها مختمرة بخمار صفیق قدضربت علی حاجبها(۲۱)

حضرت میمونؒ سے روایت ہے کہ میں اُم درداء کے پاس گیا تو آپ نے ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کو آپ نے اوپر سے اپنے اُبرو تک لپیٹ رکھا تھا۔

اس روایت میں بھی کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ اُم درداءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا

پندرھویں دلیل:

عن معاویة دخلت مع أبی علی أبی بکر فرأیت أسماء قائمة علی رأسه بیضاء(۲۲)

حضرت معاویۃ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو بکر کے پاس داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اسماء آپ کے سر پر کھڑی ہیں اور سفید رنگ کی تھیں۔

اس روایت کے بارے میں علامہ البانیؒ نے لکھا ہے 'سنده جید فی الشواهد' اس لیے یہ روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں تو نقل کی جا سکتی ہے لیکن اس سے کسی مسئلے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سولھویں دلیل:

عیینۃ بن عبد الرحمٰنؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

جاء ت امرأة الی سمرة بن جندب فذکرت أن زوجها لا یصل الیها فسأل الرجل فأنکر ذلك وکتب فیه الی معاویةؓ فکتب أن زوجه امرأة من بیت المال لها حظ من جمال و دین ۔۔قال ففعل ۔۔ قال و جاء ت المرأة مقنعة(۲۳)

ایک عورت حضرت سمرۃ بن جندبؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کا شوہر اس سے مباشرت نہیں کر سکتا تو انہوں نے اس کے شوہر سے پوچھا تو اس نے اس کا انکار کیا حضرت سمرۃؓ نے اس مسئلے کے بارے میں امیر معاویۃؓ کو خط لکھا تو حجرت امیر معاویہؓ نے جوابا لکھا کہ اس شخص کی شادی بیت المال کی رقم سے کسی دوسری خوبصورت اور دیندار عورت سے کر دو...تو انہوں نے ایسا ہی کیا...راوی کہتے ہیں کہ صبح کے وقت وہ عورت چادر اوڑھے ہوئے آئی۔

اس روایت میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ 'مقنعة' کے بارے میں ہم تفصیلا یہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ لفظ لغت عرب میں سر کی چادر کے علاوہ نقاب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حواشی:

١) المستدرك على الصحيحين، امام حاکم، جلد ١، ص ٤٥٤۔
٢) صحيح البخاری، کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد۔
٣) موطا امام مالك، کتاب الحج، باب وانما يعمل الرجل مادام حيا فاذا مات فقد انقضى۔
٤) تفسير طبری، ابن جرير طبری، جلد ١٠، ص ٣٣٢، دار الكتب العلمية، بيروت۔
٥) مصنف ابن ابی شيبة، کتاب صلاة التطوع والامامة، باب فی الامة تعلی لغير الخمار۔
٦) الاستذكار، ابن عبدالبر، جلد ١١، ص ٤٨۔
٧) التلخيص الحبير، ابن حجر عسقلانی، جلد ٢، ص ٢٧٢ المدينة المنورة۔
٨) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٦
٩) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٧
١٠) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٧
١١) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٨
١٢) جلباب المرأة المسلمة، علامه اسلبانی، ص ٩٨
١٣) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٨
١٤) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ٩٩
١٥) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٠
١٦) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠١
١٧) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠١
١٨) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٢
١٩) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٢
٢٠) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٢
٢١) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٢
٢٢) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٣
٢٣) جلباب المرأة المسلمة، علامه البانی، ص ١٠٣

باب چہارم
چہرے کا پردہ: مذاہب اربعہ کی روشنی میں

فصل اول

أحناف کا مذہب

علمائے سلف نے اپنے ادوار میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف شرعی مسائل میں اپنی آراء کا اظہار کیا۔ علمائے متقدمین کی یہ آراء اگرچہ ہمارے لیے حجت تو نہیں ہیں' کیونکہ اصل حجت تا قیامت صرف قرآن وسنت ہیں' لیکن قرآن وسنت کی نصوص سے استنباط کرتے وقت متقدمین علمائے سلف کی آراء کو پیش نظر رکھنا اوران سے استفادہ کرنا اہل سنت کا منہج ہے۔ علاوہ ازیں ہم اس بحث میں اس دعویٰ کی حقیقت بھی قارئین کے سامنے کھول دینا چاہتے ہیں جو کہ بعض متجدّدین کی طرف سے ہمارے سامنے آیا کہ ''سلف میں کوئی بھی چہرے کے پردے کے وجوب کا قائل نہیں رہا' بلکہ تمام کے تمام سلف بشمول ابن تیمیہؒ کے چہرے کے پردے کو ''بہتر'' قرار دیتے ہیں لیکن اس کو واجب نہیں سمجھتے اور چہرے کے پردے کے وجوب کا قول عصرِ حاضر میں مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی طرف سے پہلی مرتبہ پیش ہوا''۔ اس بحث میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ہر مذہب کے اصل مصادر سے ان کا موقف سامنے آئے۔

چونکہ ہمارے ہاں برعظیم پاک و ہند میں احناف کی اکثریت ہے اس لیے ہم ان کا موقف سب سے پہلے اور قدرے تفصیل سے پیش کر رہے ہیں' کیونکہ منکرین حجاب عموماً اپنا موقف بیان کرتے وقت اس بات کی رٹ لگا لیتے ہیں کہ احناف کا بھی وہی موقف ہے جو کہ ہمارا موقف ہے' حالانکہ ان کے اور احناف کے موقف میں بعض اوقات زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ احناف کے موقف کو سمجھنے کے لیے ہم نے آسانی کی خاطر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ا) فتنے کی غیر موجودگی میں احناف کا موقف:

فتنے کی غیر موجودگی میں متقدمین ومتأخرین احناف کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک عورت کو چونکہ خرید وفروخت' شہادت اور بعض دوسرے ضروری معاملات کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے لہٰذا چہرہ ڈھانپنے میں ایک سخت مشقت ہے' اس لیے یہ حضرات چہرے کو عورت کے ستر سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

i) کنز الدقائق میں ہے:

بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقدميها (۱)

''آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے' دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے''۔

ii) ''الہدایۃ'' میں ہے:

وبدن الحرة كلها عورة الا وجهها وكفيها(۲)

''اور آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے''۔

iii) ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

فلا یحل النظر للاجنبی من الاجنبیة الحرة الی سائر بدنها الا الوجه والكفين[۳]

''کسی اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی آزاد عورت کے سارے جسم کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے''۔

iv) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقدميها كذا في المتون[٤]

''آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے' اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کے''۔

v) امام ابوبکر الجصاص ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ويدل على ان الوجه والكفين من المرأة ليسا بعورة[٥]

''اور یہ آیت اس بات پر بھی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں''۔

ب) فتنے کی موجودگی میں احناف کا موقف:

فتنے کی موجودگی میں متقدمین و متأخرینِ احناف کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے۔

i) امام ابوبکر الجصاص ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

في هذه الآية دلالة على ان المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الاجنبيين واظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع اهل الريب فيهن وفيها دلالة على ان الامة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لان قوله تعالى ﴿وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ظاهره انه اراد الحرائر[٦]

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے جسم کو چھپائے اور اپنی پاکیزگی کا اظہار کرے تاکہ منافقین اس کے بارے میں کسی قسم کے لالچ میں مبتلا نہ ہوں۔ اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی کے لیے اپنے چہرے اور بالوں کا ڈھانپنا لازمی نہیں ہے' کیونکہ ''نساءُ المؤمنین'' کے ظاہر سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مراد یہاں آزاد عورتیں ہیں''۔

ii) امام شرنبلالیؒ لکھتے ہیں:

(وجميع بدن المرأة) اى جسدها (الا وجهها) ومنع الشابة من كشفه لخوف الفتنة لا لانه عورة[٧]

''اور عورت کا تمام جسم سوائے اس کے چہرے کے ستر میں داخل ہے۔ فتنے کے خوف سے نوجوان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا گیا نہ کہ اس (چہرے) کے ستر میں داخل ہونے کی وجہ سے''۔

iii) خاتمة المحققین امام ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

(وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لانه عورة بل لخوف الفتنة [۸]

''نوجوان عورت کو مردوں کے درمیان چہرہ کھلا رکھنے سے منع کیا جائے گا' اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے' بلکہ فتنے کے ڈر سے ایسا کیا جائے گا''۔

iv) علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فى زماننا للفتنة[۹]

''ہمارے مشائخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نوجوان عورت کو ہمارے زمانے میں فتنے کے ڈر سے مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا''۔

v) امام علاؤ الدین **الحصکفیؒ** فرماتے ہیں:

ولذا تمنع من كشف وجهها بين الرجال للفتنة[۱۰]

''اسی لیے عورت کو مردوں کے درمیان فتنے کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا''۔

vi) امام عبدالرحمٰن الکلیبو لیؒ لکھتے ہیں:

وفى المنتقى تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدى الى الفتنة وفى زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد وعن عائشة عنها جميع بدن الحرة عورة الا احدى عينيها[۱۱]

''منتقی میں ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا' کیونکہ یہ فعل فتنے کا سبب ہے اور ہمارے زمانے میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکنا واجب بلکہ فرض ہے' کیونکہ فساد بہت بڑھ گیا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عورت کا تمام جسم ستر ہے سوائے اس کی ایک آنکھ کے''

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ متقدمین و متأخرین احناف کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے' یعنی اگر لذت اور شہوت نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے' لیکن اگر فتنے کا خوف ہو تو چہرے کا پردہ واجب ہے۔ گویا کہ احناف شرعاً پردے کو واجب قرار نہیں دیتے بلکہ سدًّ اللذریعۃ واجب قرار دیتے ہیں۔ معاصرین علمائے احناف میں بھی تقریباً سب ہی موجودہ زمانے میں فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کے وجوب کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں برعظیم پاک و ہند میں احناف کے دو بڑے گروہ پائے جاتے ہیں: علمائے دیو بند اور علمائے بریلوی۔ علمائے دیو بند میں سے مفتی شفیع صاحب' دارالعلوم کراچی اور شیخ الحدیث ادریس کاندھلوی صاحب' جامعہ اشرفیہ لاہور کی آراء ہم ان کی تفاسیر کی روشنی میں مضمون کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح بریلوی مکتبِ فکر کے چوٹی کے عالم پیر کرم شاہ صاحب کی رائے بھی ہم نے نقل کر دی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ برعظیم پاک و ہند کے علمائے احناف فی زمانہٖ فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کا فتویٰ جاری کرتے ہیں۔

فصل دوم

مالکیہ کا مذہب

متقدمین ومتأخرین علماء مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے' لیکن وجوب کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس پر چہرے کا پردہ شرعاً تو واجب نہیں ہے لیکن فتنے کی موجودگی میں واجب ہو گا' جبکہ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے لہٰذا اس کا پردہ شرعاًواجب ہے۔

ا) چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے:

بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے لیکن مالکیہ فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

i) امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں ایک حدیث نقل کی ہے:

عن مالك عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر انها قالت: كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ(۱۲)

اس حدیث کی شرح میں مشہور مالکی عالم امام زرقانیؒ فرماتے ہیں:

لانه يجوز للمرأة المحرمة ستر وجهها بقصد الستر عن أعين الناس بل يجب ان علمت أو ظنت الفتنة بها أو ينظر لها بقصد اللذة(۱۳)

''حالت احرام میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے بچا سکے۔ اگر اسے فتنے کا علم یا گمان ہو یا شہوت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھے جانے کا گمان ہو تو اس پر چہرے کا پردہ واجب ہو جاتا ہے''۔

ii) شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکیؒ لکھتے ہیں:

(و) عورة المرأة (مع رجل اجنبى) منها اى ليس بمحرم لها جميع البدن (غير الوجه والكفين) واما هى فليس بعورة وان وجب عليها سترهما لخوف فتنة(۱٤)

''اور عورت کا ستر اجنبی مرد کے سامنے جو کہ محرم نہیں ہے' پورا جسم ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے اور یہ دونوں عورت کا ستر نہیں ہیں' لیکن عورت کے لیے ان کو فتنے کے خوف سے چھپانا واجب ہے۔''

iii) امام محمد بن احمد الدسوقی المالکیؒ فرماتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) اى واماهما فغير عورة يجوز النظر اليهما ولا فرق بين ظاهر الكفين وباطنهما بشرط ان لا يخشى بالنظر لذلك فتنة وان يكون النظر

بغير قصد لذة والاحرام النظر اليهما وهل يجب عليها حينئذ ستر وجهها ويديها وهو الذى لابن مرزوق قائلا انه مشهور المذهب اولا يجب عليها ذلك وانما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض (۱۵)

''(سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ستر میں داخل نہیں ہیں اور ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے۔ہاتھوں کے ظاہر اور باطن (باہر اور اندر والے حصے) میں کوئی فرق نہیں ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ اس دیکھنے سے فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ دیکھنا بغیر لذت کے ہو۔اگر یہ دو شرطیں نہ ہوں گی تو یہ دیکھنا حرام ہوگا۔لیکن کیا ان دو شرائط کی عدم موجودگی میں عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا واجب ہوگا؟ یا اس عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب نہ ہوگا' بلکہ مرد کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھے؟ مرزوق کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا چھپانا واجب ہے اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔دوسرا موقف قاضی عیاض کا ہے''۔

iv) شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکیؒ لکھتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) اى فيجوز النظر لهما لا فرق بين ظاهرهما وباطنهما بغير قصد لذة ولا وجدانها والا حرام وهل يجب عليها حينئذ ستروجهها ويديها وهو الذى لابن مرزوق قائلا انه مشهور المذهب اولا يجب عليها ذلك وانما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض (۱٦)

''(سوائے ہاتھوں اور چہرے کے) مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور ہاتھوں کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہیں ہے' لیکن یہ دیکھنا بغیر کسی لذت کے ہو' اگر کسی لذت کے ساتھ ہوگا تو حرام ہوگا۔تو کیا ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ واجب ہوگا یا نہیں؟ ابن مرزوق نے کہا ایسی صورت میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں اور چہرے کا پردہ واجب ہوگا اور اس کے بارے میں کہا کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔جبکہ قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ عورت پر ایسی صورت میں پردہ واجب نہ ہوگا' بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے''۔

v) علامہ احمد بن احمد المختار الشنقیطی المالکیؒ لکھتے ہیں:

وحرة مع اجنبى غير الوجه والكفين غير انه قد يفتى المنصف بان المرأة الفاتنة قد يجب عليها ستر وجهها لفساد اهل اليوم (۱۷)

''اور آزاد عورت کا اجنبی مرد کے سامنے ستر چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ہے' لیکن انصاف پسند مفتی آج کل کے زمانے میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے فتنہ پیدا کرنے والی عورت کے بارے میں یہ فتویٰ دے گا کہ اس کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا واجب ہے''۔

vi) خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں:

والکفان لیسا عورة فیجوز لها کشفهما للاجنبی وله نظرهما ان لم تخش الفتنة فان خیفت الفتنة فقال ابن مرزوق مشهور المذهب وجوب سترهما وقال عیاض لا یجب سترهما ویجب غض البصر عن الرؤیة(۱۸)

''اور دونوں ہتھیلیاں ستر میں داخل نہیں ہیں۔ عورت کے لیے اجنبی مرد کے سامنے ہاتھوں کا کھولنا جائز ہے اور مرد کے لیے ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو ابن مرزوق کا کہنا ہے کہ ان دونوں ہاتھوں کو بھی ڈھانپا جائے گا اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے جبکہ قاضی عیاض کا کہنا یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو ڈھانپنا واجب نہیں بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ غض بصر سے کام لے''۔

ب) چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے:

بعض مالکیہ عورت کے چہرے کو بھی اس کے ستر میں داخل کرتے ہیں اور اس کو ڈھانپنا واجب قرار دیتے ہیں۔

i) امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ میں ''وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقیل یجوز النظر لغیر شهوة الی وجهها ویدیها وهو مذهب ابی حنیفة والشافعی وقول فی مذهب احمد وقیل لا یجوز وهو ظاهر مذهب احمد فان کل شیء منها عورة حتی ظفرها وهو قول مالك(۱۹)

''ایک رائے یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک قول ایسا ہی مروی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ جائز نہیں اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے' کیونکہ ان کے نزدیک عورت کی ہر چیز ستر میں داخل ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی' اور یہی رائے امام مالک کی بھی ہے''۔

ii) امام قرطبیؒ ''فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی هذه الآیة دلیل علی ان الله تعالی اذن فی مسألتهن من وراء حجاب فی حاجة تعرض او مسألة یستفتین بها ویدخل فی ذلك جمیع النساء بالمعنی وبما تضمنة اصول الشریعة من ان المرأة کلها عورة بدنها وصوتها کما تقدم فلا یجوز کشف ذلك الا لحاجة کالشهادة علیها او داء یکون ببدنها(۲۰)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حجاب کے پیچھے سے کسی ضرورت یا مسئلے کے تحت سوال کرنے کی اجازت دی۔ اور یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کو معنوی طور پر شامل ہے' کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ عورت تمام کی تمام ستر ہے یہاں تک کہ اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے۔ جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اس لیے عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر کسی ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔ ضرورت سے مراد عورت کے خلاف گواہی ہے یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہے''۔

iii) امام ابن العربیؒ ''فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمرأة كلها عورة بدنها وصوتها فلا يجوز كشف ذلك الا لضرورة او لحاجة كالشهادة عليها اوداء يكون ببدنها (٢١)

''اور عورت تمام کی تمام ستر ہے'اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے' لہٰذا عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے' ہاں ضرورت یا حاجت کے پیش نظر وہ ایسا کر سکتی ہے' مثلاً اگر عورت کے خلاف گواہی دینا مقصود ہو یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو وغیرہ (تو وہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو اجنبی مرد کے سامنے کھول سکتی ہے)۔''

iv) محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطیؒ 'اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن ادلة القرآنية على احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتى وجهها قوله تعالى ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾فقد قال غير واحد من اهل العلم ان معنى يدنين عليهن من جلابيبهن' انهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن(٢٢)

عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متقدمین ومتأخرین مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے' سوائے قاضی عیاض کے' جو کہ چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دیتے۔ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے' فتنے کی وجہ سے عورت کو چہرے کے چھپانے کا حکم دیا جائے گا' جبکہ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور ستر ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے۔

فصل سوم

حنابلہ کا مذہب

متقدمین ومتأخرین حنابلہ کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ امام احمد سے اگرچہ اس بارے میں دو اقوال مروی ہیں' ایک یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور دوسرا یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے' البتہ فقہ حنبلی سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر ائمہ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کو امام احمد کی طرف منسوب کیا ہے' دوسرے قول کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے کہ امام احمد کا یہ قول عورت کے اس ستر کے بارے میں ہے جو کہ وہ نماز میں اختیار کرے گی۔

نماز سے باہر عورت کا ستر

امام احمدؒ نماز سے باہر عورت کے سارے جسم کو ستر میں شمار کرتے ہیں۔

۱) امام ابوبکر الخلالؒ فرماتے ہیں:

ا) اخبرنی منصور بن الولید : ان جعفر بن محمد حدثهم قال سمعت ابا عبد الله يقول كل شی ء من المرأة عورة حتى ظفرها (۲۳)

''مجھے منصور بن ولید نے خبر دی کہ جعفر بن محمد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا' آپ کہتے ہیں کہ عورت کی ہر چیز ستر ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں''۔

ب) أخبرنی حرب بن اسماعیل قال قیل لاحمد الرجل یکون فی السوق یبیع ویشتری فتأتیه المرأة تشتری منه فیری کفها ونحوذلك فکره ذلك وقال كل شی ء من المرأة عورة قیل له فالوجه؟ قال اذا كانت شابة تشتهی فانی اكره ذلك وان كانت عجوز اوجزت (۲٤)

''مجھے اسماعیل بن حرب نے خبر دی کہ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ آدمی بعض اوقات بازار میں ہوتا ہے' خرید وفروخت کرتا ہے' اس کے پاس عورت بھی آتی ہے جو کہ اس سے مختلف چیزیں خریدتی ہے' وہ مرد اس کی ہتھیلی اور اس طرح جسم کے دوسرے اعضاء بھی دیکھتا ہے۔ امام احمد نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا کہ عورت کا سارا جسم ستر میں داخل ہے۔ آپ سے دوبارہ سوال ہوا کہ چہرے کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب عورت نوجوان ہو اور اسے دیکھ کر شہوت کے جذبات پیدا ہوتے ہوں تو میں اسے بھی ناپسند کرتا ہوں' اور اگر عورت بوڑھی ہے تو میرے نزدیک جائز ہے''۔

۲) علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ میں ''وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقیل یجوز النظر لغیر شهوة الی وجهها ویدیها وهو مذهب ابی حنیفة والشافعی وقول فی مذهب احمد وقیل لا یجوز وهو ظاهر مذهب احمد فان

کل شی ء منها عورة حتی ظفرها وهو قول مالك (۲۵)

''ایک قول تو یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے' یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ امام احمد سے بھی ایسا ایک قول مروی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے ۔یہی امام احمد کا مشہور مسلک ہے' کیونکہ عورت کا سارا جسم ستر ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ۔امام مالک کی بھی رائے یہی ہے۔''

۳) علامہ ابن جوزیؒ آیۂ مبارکہ ''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد نص علیه احمد فقال الزینة الظاهرة الثیاب وکل شی ء منها عورة حتی الظفر ویفید هذا تحریم النظر الی شی ء من الاجنبیات لغیر عذر فان کان لعذر مثل ان یرید ان یتزوجها او یشهد علیها فانه ینظر فی الحالین الی وجهها خاصة فاما النظر الیها لغیر عذر فلا یجوز لا لشهوة ولا لغیرها وسواء فی ذلك الوجه والکفان وغیرهما من البدن (۲۶)

''امام احمدؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں اور عورت کا سارا جسم ستر ہے ' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر یہ عذر کے ساتھ ہو' مثلاً شادی یا گواہی کی غرض سے دیکھنا' تو ایسی صورت میں صرف عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ لیکن بغیر عذر کے عورت کے چہرے کو شہوت یا بغیر شہوت کے دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس مسئلے میں چہرہ' دونوں ہاتھ اور جسم کے باقی اعضاء سب کا ایک ہی حکم ہے۔''

۴) امام بہوتیؒ فرماتے ہیں:

(والوجه) من الحرة البالغة (عورة خارجها) ای الصلاة (باعتبار النظر کبقیة بدنها) (۲۷)

''اور بالغ آزاد عورت کا چہرہ بھی نماز سے باہر دیکھنے کے اعتبار سے ستر میں داخل ہے جیسا کہ اس کے باقی سارے بدن کا حکم ہے''۔

۵) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

﴿قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ دلیل علی ان الحجاب انما امر به الحرائر دون الاماء(۲۸)

''آیت ﴿قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم آزاد عورتوں کے لیے تھا' جبکہ لونڈیوں کے لیے یہ حکم نہ تھا۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وثبت فی الصحیح ان المرأة المحرمة تنهی عن الانتقاب والقفازین وهذا مما یدل علی ان النقاب والقفازین کانا معروفین فی النساء اللاتی لم یحرمن

وذلك يقتضى ستر وجوههن وايديهن[۲۹]

''اور صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب پہننے اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے اور یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپ کر رکھیں''۔

ایک اور جگہ ''يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد حكى ابوعبيدة وغيره انها تدنى من فوق رأسها فلا تظهر الا بعينها ومن جنسه النقاب فكن النساء ينتقبن وفى الصحيح ان المحرمة لا تنتقب ولا تلبس القفازين فاذا كن مأمورات بالجلباب لئلا يعرفن وهو ستر الوجه اوستر الوجه بالنقاب كان الوجه واليدان من الزينة التى امرت الا تظهرها للأجانب[۳۰]

''ابوعبیدہ وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ عورت اپنے جلباب (چادر) کو اپنے سر سے لٹکائے گی اور اپنی ایک آنکھ کے علاوہ اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے گی اور اس کی جنس میں نقاب بھی شامل ہے۔آپؐ کے زمانے میں عورتیں نقاب کرتی تھیں' کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ حالت احرام میں عورت نقاب نہ کرے اور نہ ہی دستانے پہنے' جیسا کہ عورتوں کو جلباب کا حکم اس لیے دیا گیا کہ وہ پہچانی نہ جائیں تو اس سے مراد چہرے کا چھپانا ہے' یعنی نقاب سے چہرے کا چھپانا' یہی وجہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ اس زینت میں شامل ہیں کہ جس کو اجنبی مردوں کے سامنے عورت کو چھپانے کا حکم دیا گیا''

البتہ یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔

۶) صالح بن فوزانؒ لکھتے ہیں:

والمرأة كلها عورة لقوله صلى الله عليه وسلم والمرأة عورة رواه الترمذى ...... هذه النصوص وماجاء بمعناها من الكتاب والسنة وهى كثيرة شهيرة تدل على ان المرأة كلها عورة امام الرجال الاجانب لا يجوز ان يظهر من بدنها شى ء بحضرتهم فى الصلاة وغيرها اما اذا صلت فى مكان خال من الرجال الاجانب فانها تكشف وجهها فى الصلاة فهو ليس بعورة فى الصلاة[۳۱]

''اور عورت کا سارا جسم ستر ہے' اس کی دلیل ترمذی کی روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے...... یہ اور اسی طرح کی دوسری نصوص سے جو کہ کثرت سے قرآن وسنت میں وارد ہوئی ہیں' اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ نماز کی حالت ہو یا غیر نماز کی دونوں صورتوں میں عورت کے جسم کا کوئی حصہ مردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورت کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہی ہو جہاں اجنبی مرد نہ ہوں تو وہ نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے' کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ ستر میں شامل نہیں ہے۔''

نماز میں عورت کا ستر

حنابلہ کے نزدیک نماز میں چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ جمہور حنابلہ نے امام احمد کے چہرے کے ستر میں داخل نہ ہونے والے قول کی یہی تشریح کی ہے کہ امام احمد نے اپنے اس قول میں اس ستر کو بیان کیا ہے جو کہ عورت نماز کی حالت میں اختیار کرے گی۔

۱) امام بہوتیؒ فرماتے ہیں:

و (کل الحرة) البالغة (عورة الا وجهها) فليس عورة فی الصلاة[۳۲]

''اور ہر بالغ آزاد عورت کا سارا جسم' سوائے چہرے کے' ستر میں داخل ہے' چہرہ نماز کی حالت میں عورت کا ستر نہیں ہے''۔

۲) علامہ ابن مفلح حنبلیؒ لکھتے ہیں:

(والحرة) البالغة (کلها عورة) حتٰی ظفرها نص عليه ذکر ابن هبيرة انه المشهور ...... (الا الوجه) لا خلاف فی المذهب انه يجوز للمرأة الحرة کشف وجهها فی الصلاة ذکره فی المغنی وغيره وقد أطلق أحمد القول بان جميعها عورة وهو محمول علی ما عدا الوجه أو علی غير الصلاة [۳۳]

''آزاد عورت تمام کی تمام ستر میں داخل ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی' ابن ہبیرہ نے اس رائے کو مشہور کہا ہے......سوائے چہرے کے۔ اور امام احمد کے مذہب میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت کے لیے نماز کی حالت میں اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے' جیسا کہ مغنی وغیرہ میں موجود ہے۔ اور امام احمد سے مطلقاً یہ قول بھی روایت کیا گیا ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ اس قول سے مراد یا تو چہرے کے علاوہ سارا جسم ہے یا پھر یہاں نماز سے باہر کی حالت کا ذکر ہو رہا ہے''۔

۳) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

قد ثبت بالنص والاجماع انه ليس عليها فی الصلاة ان تلبس الجلباب الذی يسترها اذا کانت فی بيتها وانما ذلك اذا خرجت وحينئذ فتصلی فی بيتها وان لوی وجهها ويداها وقدماها کما کن يمشين اوّلا قبل الامر بادناء الجلابيب عليهن فليست العورة فی الصلاة مرتبطة بعورة النظر [۳۴]

''نص صریح اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نماز میں عورت کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت گھر میں جلباب اس طرح اوڑھے کہ اپنے آپ کو چھپا لے۔ جلباب کا حکم تو اُس وقت ہے جبکہ وہ گھر سے باہر نکلے گی۔ پس وہ گھر ہی میں نماز پڑھے گی چاہے اس کا چہرہ' دونوں ہاتھ یا پاؤں ظاہر کیوں نہ ہوں' جیسا کہ عورتیں اپنے اوپر جلباب کے لٹکانے کے حکم کے نزول سے پہلے (گھر سے باہر) چلتی تھیں۔ پس نماز کا ستر اور نظر کا ستر ایک نہیں ہے''۔

۴) الشیخ مرعی بن یوسف المقدسی الحنبلیؒ لکھتے ہیں:

والحرة البالغة کلها عورة فی الصلاة الا وجهها[۳۵]

''اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے''۔

۵) علامہ ابن ضویانی حنبلیؒ لکھتے ہیں:

والحرة البالغة كلها عورة فی الصلاة الا وجهها لما تقدم ولحديث المرأة عورة رواه الترمذی(۳۶)

''اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے' جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔اور اس کی دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے''۔

۶) سلیمان بن عبداللہ ابا الخیلؒ اور خالد بن علی المشیقعؒ لکھتے ہیں:

فالعورة فی الصلاة علی المشهور من مذهب الحنابلة تقسم الی ثلاثة اقسام: مغلظة ومخففة ومتوسطة ...... والمغلظة عورة الحرة البالغة فكلها عورة الا وجهها فانه ليس عورة فی الصلاة وان كان عورة فی النظر(۳۷)

''حنابلہ کے مشہور مذہب کے مطابق نماز میں ستر کی تین قسمیں ہیں: مغلظہ' مخففہ اور متوسطہ......مغلظہ آزاد بالغ عورت کا ستر ہے۔پس اس کا ستر سارا جسم ہے سوائے چہرے کے' کیونکہ عورت کا چہرہ نماز میں ستر نہیں ہے اگرچہ دیکھنے کے اعتبار سے ستر ہے''۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام احمدؒ سے عورت کے ستر کے بارے میں دو روایات مروی ہیں' ایک یہ ہے کہ عورت کا چہرہ حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے۔ دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ پہلا قول عورت کے اس ستر کے بارے میں ہے جو کہ وہ اجنبی مرد کے سامنے اختیار کرے گی' جبکہ دوسرا قول نماز میں عورت کے ستر کے بارے میں ہے۔حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے' جیسا کہ مذکورہ بالا اقوال سے ظاہر ہو رہا ہے۔دَورِ حاضر کے سعودی علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

فصل چہارم

شوافع کا مذہب

چہرے کے پردے کے بارے میں شوافع کا مسلک تقریباً وہی ہے جو کہ مالکیہ کا ہے۔بعض شوافع یہ کہتے ہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے' امام شافعی سے بھی یہی قول مروی ہے'لیکن وہ فتنے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم قرار دیتے ہیں۔ البتہ جمہور شوافع کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے اور چہرے کے چھپانے کا فتنے کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے' بلکہ عورت ہر حال میں اپنا چہرہ اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھے گی۔

چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے

بعض شوافع عورت کے چہرے کو ستر میں شمار نہیں کرتے لیکن فتنے کی وجہ سے چہرے کے پردے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

۱) امام تقی الدین الحسنی الشافعیؒ فرماتے ہیں:

ويكره ان يصلى فى ثوب فيه صورة وتمثيل والمرأة متنقبة الا ان تكون فى مسجد وهناك اجانب لا يحترزون عن النظر فان خيف من النظر اليها يجر الى الفساد حرم عليها رفع النقاب وهذا كثير فى مواضع الزيارة كبيت المقدس[۳۸]

''ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں تصاویر ہوں' مکروہ ہے' اسی طرح عورت کا نقاب پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے' سوائے اس کے کہ عورت کسی مسجد میں ہو اور وہاں کچھ اجنبی بھی ہوں جو کہ بدنظری سے احتیاط نہ کرتے ہوں۔اگر ایسے حالات میں عورت کی طرف دیکھنے سے اس بات کا اندیشہ موجود ہو کہ فساد پھیلے گا تو عورت کے لیے نماز کی حالت میں بھی نقاب اتارنا حرام ہوگا۔اور ایسا ماحول عام طور پر زیارت کے مقامات مثلاً بیت المقدس وغیرہ میں پایا جاتا ہے''۔

۲) امام شافعیؒ حالت احرام میں عورت کے چہرے کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ويكون للمرأة اذا كانت بارزة تريد الستر من الناس تدنى جلبابها او بعض خمارها او غير ذلك من ثيابها من فوق رأسها وتجافيه عن وجهها حتى تغطى وجهها متجافيا كالستر على وجهها ولا يكون لها ان تنتقب اخبرنا سعيد بن سالم عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس قال تدلى عليها من جلبابها ولا تضرب به ...... اخبرنا سعيد بن سالم عن ابن جريج عن ابن طاؤس عن ابيه قال تسدل المرأة المحرمة ثوبها على وجهها ولا تنتقب[۳۹]

''اور جب عورت (حالتِ احرام میں) باہر ہوگی اور لوگوں سے پردہ کرنا چاہے گی تو اپنی چادر یا اس کا بعض حصہ

یا اس کے علاوہ اپنے کپڑوں کا کوئی حصہ اپنے سر پر ڈال دے گی اور اسے اپنے چہرے سے الگ رکھے گی اور اپنے چہرے کو اس طرح ڈھانپے گی کہ کپڑا جسم سے الگ رہے' جیسا کہ چہرے کے آگے کوئی پردہ ڈال دیا جائے۔ اور اس کے لیے نقاب کرنا جائز نہیں ہے۔ (اس کے بعد اس موقف کے ثبوت کے لیے امام شافعی نے دو روایات بیان کی ہیں) ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی' وہ ابن جریج سے' وہ عطاء سے' وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عورت اپنے اوپر اپنی چادر کو لٹکا لے گی اور اس کو لپیٹے گی نہیں...... ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی' وہ ابن جریج سے' وہ ابن طاؤس سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حالت احرام میں عورت اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکائے گی اور نقاب نہیں پہنے گی۔''

۳) الشیخ عبدالحمید الشروانیؒ میت عورت کے کفن کی بحث کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیجب علی المرأة ما یستر بدنها الا وجهها وکفیها حرة کانت او أمة ووجوب سترهما فی الحیاة لیس لکونهما عورة بل لکون النظر الیهما یوقع فی الفتنة غالبا[۴۰]

''عورت کے (کفن کے لیے) اتنا کپڑا ہونا ضروری ہے جو کہ اس کے جسم کو چھپا لے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' چاہے وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ اور زندگی میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ یہ عورت کا ستر ہیں' بلکہ اس لیے ان کو ڈھانپنا واجب ہے کہ اکثر اوقات ان کی طرف نظر فتنے کا باعث بنتی ہے''۔

۴) الشیخ احمد بن قاسم العبادیؒ میتِ عورت کے کفن کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیجب ما ستر من الأنثی ولو رقیقة ما عدا الوجه والکفین۔ ووجوب سترهمافی الحیاة لیس لکونهما عورة بل لخوف الفتنة غالبا[۴۱]

''عورت کے لیے اتنا کپڑا ضروری ہے جو کہ اس کے جسم کو ڈھانپ دے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' چاہے وہ عورت لونڈی ہی کیوں نہ ہو۔ اور زندگی میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس لیے واجب نہیں کہ یہ ستر ہے' بلکہ یہ اس لیے واجب ہے کہ اکثر اوقات اس سے فتنے کا ڈر رہتا ہے''۔

چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے

جمہور شوافع کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے' لہٰذا عورت کے لیے اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔

۱) علامہ عبدالرحمٰن محمود مضائیؒ فرماتے ہیں:

لها اربع عورات فی الصلاة جمیع بدنها سوی الوجه والکفین الی الکوعین وبالنسبة للرجال الاجانب جمیع بدنها[۴۲]

''عورت کے چار ستر ہیں۔ نماز میں اس کا تمام جسم ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' اور اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے''۔

۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کئی جگہ چہرے کے پردے کا اثبات کیا ہے اور چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر بخاری کی ایک روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفیه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب[43]

''یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے''۔

ایک اور جگہ ایک روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاختمرن ای غطین وجوھھن[44]

''فاختمرن کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں''۔

۳) امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

لسنا نقول ان وجه الرجل فی حقها عورة کوجه المرأة فی حقه[45]

''ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ بھی عورت کے لیے اسی طرح ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے۔''

۴) امام محمد نووی بن عمر التناریؒ لکھتے ہیں:

والحرة لها اربع عورات ...... ورابعها جمیع بدنها حتی قلامة ظفرها وهی عورتها عند الرجال الاجانب فیحرم علی الرجل الاجنبی النظر الی شیء من ذلك ویجب علی المرأة ستر ذلك عنه[46]

''اور آزاد عورت کے لیے چار ستر ہیں ...... چوتھی قسم یہ ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن کے تراشے بھی۔ یہ عورت کا وہ ستر ہے جو کہ اجنبی مردوں کے سامنے ہے۔ اجنبی مرد کے لیے عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا حرام ہے اور عورت کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ اپنے سارے جسم کو ڈھانپ کر رکھے''۔

۵) الشیخ سلیمان البجیرمیؒ لکھتے ہیں:

(وعورة الحرة) ای فی الصلاة اما عورتها خارج الصلاة بالنسبة لنظر الاجنبی الیها فهی جمیع بدنها حتی الوجه والکفین ولو عند امن الفتنة ولو رقیقة فیحرم علی الاجنبی ان ینظر الی شئ من بدنها ولو قلامة ظفر منفصلا منها[47]

''اور آزاد عورت کا نماز میں ستر۔ نماز سے باہر اجنبی مرد کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ چہرہ اور دونوں ہاتھ بھی اس میں شامل ہیں (عورت اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے گی) چاہے فتنے کا ڈر نہ بھی ہو۔ یا کسی آزاد عورت کو غلام بنا لیا گیا ہو (پھر بھی اس کا ستر یہی ہے) پس اجنبی کے لیے حرام ہے کہ وہ اس کے بدن کے کسی حصے کو دیکھے چاہے یہ ایسے ناخن کا تراشا ہی کیوں نہ ہو جو کہ جسم سے جدا ہو گیا ہو''۔

خلاصۂ کلام یہ کہ شوافع کا موقف مالکیہ سے ملتا جلتا ہے۔ بعض شوافع عورت کے چہرے کو ستر میں داخل کرتے ہیں اور نصاً چہرے کے پردے کے قائل ہیں۔ جبکہ بعض شوافع عورت کے چہرے کو ستر میں داخل نہیں کرتے لیکن سداً للذریعة یعنی فتنے کے خوف سے چہرے کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں۔

فصل پنجم

مسلمان علماء کا اتفاق

چہرے کے پردے کے بارے میں فقہاء کے حوالے سے ہم نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اجنبی یا نامحرم کے سامنے چہرے کا پردہ فتنے کی وجہ سے واجب ہو گا (یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں) اور بعض کے نزدیک فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہو گا۔ ان دونوں نتائج کو اگر ملایا جائے تو ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک' سوائے قاضی عیاضؒ کے' فتنے کی موجودگی میں چہرے کا پردہ لازم ہے۔ یہی وہ نتیجہ ہے جسے بعض جلیل القدر علماء نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند علماء کی عبارات ہم نقل کیے دیتے ہیں:

۱) علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ آیت ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' اور ''حدیث اسماء'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اما عند خوف الفتنة فظاهر اطلاق الآية والحديث عدم اشتراط الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء ان يخرجن سافرات لا سيما عند كثرة الفساق قاله ابن ارسلان(۴۸)

''جہاں تک فتنے کے ڈر کا تعلق ہے تو ظاہر آیت اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی شرط نہ لگائی جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کے اطلاق کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے' جیسا کہ ابن ارسلان نے کہا ہے۔''

۲) شیخ خلیل احمد سہارنپوریؒ آیت ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' اور ''حدیث اسماء'' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد ان المرأة اذا بلغت لا يجوز لها ان تظهر للأجانب الا ما تحتاج الى اظهار للحاجة الى معاملة او شهادة الا الوجه والكفين وهذا عند أمن الفتنة واما عند الخوف من الفتنة فلا ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء ان يخرجن سافرات الوجوه لا سيما عند كثرة الفساد وظهوره(۴۹)

''حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصے کو سوائے کسی معاملے میں ضرورت پڑنے یا گواہی دینے کے' ظاہر کرے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو' جہاں فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو وہاں یہ اجازت نہیں ہے۔ اور اس حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فتنہ و فساد بڑھ گیا ہو''۔

۳) امام شوکانیؒ ''حدیث اسماء'' کی تشریح میں ابن ارسلان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما عند خوف الفتنة فظاهر اطلاق الآية والحديث عدم اشتراط الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء ان يخرجن سافرات الوجوه لا سيما عند كثرة الفساق(۵۰)

''جہاں تک فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو آیت اور حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مطلق ہیں اوران کو ضرورت کی شرط کے ساتھ مقید نہ کیا جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے''۔

۴) ابن حجر عسقلانیؒ، شرح بخاری میں ابن المنذرؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

اجمعوا على ان المرأة تلبس المخيط كله، والخفاف ، وان لها ان تغطى رأسها، وتستر شعرها الاوجهها فتسدل عليه الثوب سدلا خفيفا تستتر به عن نظر الرجال (۵۱)

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت (حالت احرام میں) تمام کپڑے سلے ہوئے پہنے گی اور موزے بھی پہنے گی اور اپنے سر کو ڈھانپے گی اور بالوں کو چھپائے گی سوائے چہرے کے، چہرے پر ہلکا سا کپڑا لٹکا لے گی تا کہ مردوں کی نظروں سے اس کے ذریعے بچ سکے۔''

۵) ابن قدامہ حنبلیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فاما اذا احتاجت الى ستر وجهها لمرور الرجال قريبا منها فانها تسدل الثوب من فوق رأسها على وجهها ولا نعلم فيه خلافا (۵۲)

''پس جب عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی ضرورت محسوس کرے گی تو اپنے سر سے کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لے گی اور ہمارے علم کی حد تک اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے''۔

۶) ابن قدامہ المقدسیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فان احتاجت الى ستر وجهها لمرور الرجال قريبا منها فانها تسدل الثوب فوق رأسها على وجهها۔ روى ذلك عن عثمان وعائشة وبه قال عطاء ومالك والثورى والشافعى واسحاق و محمد بن الحسن ولا نعلم فيه خلافا (۵۳)

''اگر عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی ضرورت محسوس کرے گی تو اپنا کپڑا سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لے گی۔ یہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور عطاء، امام مالک، ثوری، امام شافعی، اسحاق اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

پس ثابت ہوا کہ ضرورت کے تحت یا فتنے کی موجودگی میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔ اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حواشی

١) کنز الدقائق، ص ٢٨، ابوالبرکات عبدالله بن احمد بن محمود النسفی۔
٢) برهان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، الهدایة، جلد١، ص ٢٥٨۔
٣) بدائع الصنائع، امام کاسانی، جلد٥،ص ١٢١
٤) الفتاوی الهندیة، جماعة من علماء الهند، جلد١، ص ٥٨، مکتبة ساجدیة، کوئٹه۔
٥) احکام القرآن، ابوبکر الجصاص، جلد٣، ص ٣١٥، دارالکتب بالعربی بیروت۔
٦) احکام القرآن، ابوبکر الجصاص، جلد٣، ص ٢٧٢۔
٧) مراقی الفلاح فی شرح متن نورالایضاح، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی، ص١٣١، مکتبه کارخانه تجارت کتب، آرام باغ کراچی۔
٨) محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی، رد المحتار علی در المختار، جلد٢، ص ٧٢، دار احیاء التراث العربی۔
٩) البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین ابن نجیم الحنفی، جلد١، ص ٢٨٤، دار المعرفة بیروت۔
١٠) الدر المنتقی فی شرح المتقی، علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد العینی الحکنی، جلد١، ص ١٢١، دار الکتب العلمیة، بیروت۔
١١) مجمع الانهر، عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان الکلیبولی، جلد١، ص ٢٢١، دار الکتب العلمیة۔
١٢) موطا امام مالك، کتاب الحج، باب وانما یعمل الرجل مادام حیا فاذا مات فقد انقضی۔
١٣) شرح موطا امام مالك، ابوعبدالله محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، جلد٣، ص٢١، مصطفی البابی الحلبی مصر۔
١٤) حاشیه الصاوی علی الشرح الصغیر، شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی، جلد١، ص٤٠٠،٤٠١، مکتبه عیسی البابی الحلبی، مصر۔
١٥) حاشیه الدسوقی علی الشرح الکبیر، محمد بن احمد الدسوقی المالکی، جلد١، ص٣٤٥، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
١٦) حاشیه الصاوی علی الشرح الصغیر، شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی، جلد١، ص ٤٠١، مطبعة عیسی البالی الحلبی۔
١٧) مواهب الحلیل من ادلة الخلیل ، احمد بن محمد المختار الشنقیطی، جلد١، ص ١٤٨۔
١٨) مغنی المحتاج، شمس الدین محمد بن الخطیب الشربینی، جلد١، ص ٢٨٥، دارالمعرفة بیروت۔
١٩) مجموع فتاوی ابن تیمیه ، شیخ الاسلام ابن تیمیه، جلد٢٢، ص ١٠٩،١١٠۔
٢٠) الجامع لاحکام القرآن، امام محمد بن احمد القرطبی، جلد١٤، ص ٢٢٧، احیاء التراث العربی، بیروت۔
٢١) احکام القرآن، ابن العربی، جلد٣، ص ١٥٧٩، دار المعرفة بیروت۔
٢٢) اضواء البیان، علامه شفقیلی، ج٦، ص ٥٨٦۔
٢٣) احکام النساء، امام احمد بن حنبل، ص ٦۔
٢٤) احکام النساء، امام احمد بن حنبل، ص ٥۔
٢٥) مجموع الفتاویٰ، شیخ الاسلام ابن تیمیه، جلد٢٢، ص ١٠٩،١١٠۔

٢٦) زاد المسیر، علامہ ابن جوزی ، جلد٦، ص ٣١،٣٢، المکتب الاسلامی دولة نظر۔
٢٧) کشاف القناع، امام منصور بن یونس البهوتی، جلد١، ص ٣٠٩، مطبعة الحکومة، مکہ۔
٢٨) فتاویٰ ابن تیمیہ، علامہ ابن تیمیہ، جلد١٥، ص ٤٤٨۔
٢٩) فتاویٰ ابن تیمیہ، علامہ ابن تیمیہ، جلد١٥، ص ٣٧١،٣٧٢۔
٣٠) فتاویٰ ابن تیمیہ، علامہ ابن تیمیہ، جلد٢٢، ص ١١٠،١١١۔
٣١) الملخص الفقهی ، الشیخ صالح بن فوزان، جلد١، ص ٤٢،٤٣۔
٣٢) الروض المربع، منصور بن ادریس البهوتی، جلد١، ص ٦٥۔
٣٣) المبدع، ابن مفلح حنبلی، جلد١، ص ٣٦٢،٣٦٣، المکتب الاسلامی۔
٣٤) فتاویٰ ابن تیمیہ، علامہ ابن تیمیہ، جلد٢٢، ص ١١٥۔
٣٥) دلیل الطالب لنیل المطالب، الشیخ مرعی بن یوسف المقدسی الحنبلی، ص ٨۔
٣٦) منار السبیل فی شرح الدلیل، ابن ضویان حنبلی، جلد١، ص ٤٨۔
٣٧) الشرح الممتع علی زاد المتقنع الدکتور سلیمان بن عبدالله ابالخیل والدکتور خالد بن علی المشیقع، جلد٢، ص ٧٦۔
٣٨) کفایة الاخیار فی حل غایة الاختصار، امام تقی الدین الحسنی، جلد١، ص ١٨١، ادارة احیاء التراث الاسلامی، دولة قطر۔
٣٩) کتاب الام، امام شافعی، جلد٢، ص ١٢٧، دار الشعب۔
٤٠) حاشیة الشروانی علی تحفة المحتاج، الشیخ عبدالحمید الشروانی، جلد٣، ص ١١٥۔
٤١) حاشیة ابن قاسم العبادی علی تحفة المحتاج، الشیخ احمد بن قاسم العبادی، جلد٣، ص ١١٥۔
٤٢) علامہ عبدالرحمن محمود مضای العلونی، النفخات الصمدیة علی مذهب الامام الشافعی، جلد١، ص ٩٧، مطبعة المدنی، مصر۔
٤٣) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل۔
٤٤) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔
٤٥) احیاء العلوم، امام غزالی، جلد٢، ص ٤٩، مطبع عیسی البابی۔
٤٦) نهایة الزین شرح قرة العین، امام محمد نووی بن عمر التناری، جلد١، ص ٨٠۔
٤٧) تحفة الحبیب علی شرح الخطیب، الشیخ سلیمان البجیرمی، جلد١، ص ٣٨٨۔
٤٨) عون المعبود، شمس الحق عظیم آبادی، جلد١١، ص ١٠٩، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
٤٩)بذل المجهود، شیخ خلیل احمد سهارنپوری، جلد١٦، ص ٤٣١، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
٥٠) نیل الأوطار، امام شوکانی،جلد٦،ص٢٤٥
٥١) فتح الباری، ابن حجر، جلد٣، ص ٤٠٦۔
٥٢) المغنی، ابن قدامہ، جلد٣، ص ٣٠٥۔
٥٣) الشرح الکبیر، ابن قدامہ المقدسی، جلد٣، ص ٣٢٣،٣٢٤۔

باب پنجم

چہرے کا پردہ اور تواترِ عملی

فصل اول

تواتر عملی

چہرے کا پردہ اللہ کے رسول ﷺ کے دَور سے لے کر ہم تک (عصرِ حاضر تک) تواترِ عملی کے ساتھ بھی ثابت ہے۔ ہمارے زیرِنظر مضمون میں جابجا قرآن و حدیث' آثارِ صحابہ و تابعین اور فقہاء و مفسرین کی آراء موجود ہیں کہ ہر دَور میں اُمتِ مسلمہ میں چہرے کا پردہ رائج رہا ہے۔ احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چہرے کا پردہ رسول اللہ ﷺ کے دَور میں تھا۔ جبکہ آثارِ صحابہ و تابعین اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے دور میں بھی عورتیں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔ گویا خیرالقرون میں چہرے کا پردہ دلائل کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے تقریباً ہر صدی کے حوالے سے بعض مفسرین اور فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے دَور میں بھی چہرے کا پردہ رائج تھا۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص اس بات پر مصر ہو کہ چہرے کا پردہ تواترِ عملی سے ثابت نہیں ہے تو اس کے لیے ہم چند جلیل القدر ائمہ کی آراء نقل کر دیتے ہیں کہ جنہوں نے صریحاً یہ لکھا ہے کہ چہرے کا پردہ تواترِ عملی سے ثابت ہے۔

۱) **امام غزالیؒ کی رائے**: امام غزالیؒ عورتوں کے مَردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لسنا نقول ان وجه الرجل فی حقها عورة کوجه المرأة فی حقه بل هو کوجه الامرد فی حق الرجل فیحرم النظر عند خوف الفتنة فقط وان لم تکن فتنة فلا ' اذ لم تزل الرجال علی ممر الزمان مکشوفی الوجوه والنساء یخرجن منتقبات فلو استووا لامر الرجال بالتنقب او منعن من الخروج[۱]

''ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے' بلکہ مرد کا چہرہ (عورت کے لیے) ایسا ہی ہے جیسا کہ نابالغ بچے کا چہرہ مرد کے لیے ہے۔ یعنی اگر فتنے کا اندیشہ ہوگا تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہوگا اور اگر فتنہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیشہ سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ مرد ہر زمانے میں کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلتے ہیں' جبکہ عورتیں نقاب پہن کر باہر نکلتی ہیں۔ اگر مرد بھی اس مسئلے میں عورتوں کے برابر ہوتے تو ان کو نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا یا عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا''۔

۲) **ابن حجر عسقلانیؒ کی رائے**: ابن حجر عسقلانیؒ بھی عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کی دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقوی الجواز استمرار العمل علی جواز خروج النساء الی المساجد والاسواق والاسفار منتقبات لئلا یراهن الرجال ولم یؤمر الرجال قط

بالانتقاب لئلا یراهم النساء فدل علی تغایر الحکم بین الطائفتین[۲]

''اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے جواز کو اس دلیل سے بھی تقویت ملتی ہے کہ شروع سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد' بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے' جبکہ مردوں کو کبھی بھی نقاب کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں انہیں نہ دیکھ سکیں۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد اور عورتوں کا حکم اس مسئلے میں مختلف ہے''۔

۳) امام شوکانیؒ کی رائے :امام شوکانیؒ عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے مسئلے کے تحت ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ویؤید الجواز استمرار العمل علی جواز خروج النساء الی المساجد والاسواق والاسفار منتقبات لئلا یراهن الرجال ولم یؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا یراهم النساء فدل علی مغایرۃ الحکم بین الطائفتین وبهذا احتج الغزالی[۳]

''ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ عورت کا مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اس مسئلہ کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تواتر عملی سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد' بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے' تا کہ مرد اُن کو نہ دیکھ سکیں' جبکہ مردوں کو کبھی بھی نقاب پہننے کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں ان کو نہ دیکھ سکیں۔ پس یہ تواترِ عملی اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں گروہوں کا حکم مختلف ہے۔ اسی سے امام غزالیؒ نے بھی دلیل پکڑی ہے۔''

پس تواترِ عملی سے یہ ثابت ہوا کہ ہر دَور میں مسلمان عورتیں نقاب پہن کر گھر سے باہر نکلتی تھیں' جیسا کہ آج کل کے دَور میں بھی مذہبی گھرانوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آج کل کے زمانے میں چونکہ اکثر عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتیں لہٰذا تواتر عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے' ان کی خدمت میں ہماری مؤدبانہ گزارش یہی ہے کہ تواتر عملی کے صرف دعووں سے تواتر عملی ثابت نہیں ہوتا' سب سے پہلے وہ کسی نص صریح سے صرف اتنا تو ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دَور میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں۔ جب ایک عمل کی ابتدا ہی ثابت نہ ہو تو انتہا کو دیکھتے ہوئے کیسے یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہ کرنا تواتر عملی سے ثابت ہے؟ رہیں وہ احادیث جن سے احتمال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں' تو ان پر ہم مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ اور آج کل کے بگڑے ہوئے اور بے عمل معاشروں سے تواتر عملی کی دلیل پکڑنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج کے دور تک ہر زمانے میں عملاً کسی مسئلے کو ثابت نہ کر دیا جائے۔

خلاصۂ کلام

چہرے کے پردے کے حوالے سے ہم نے پانچ قسم کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ دلائل کی پہلی قسم قرآنی دلائل پر

مشتمل ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے چار مقامات ایسے ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ دو مقامات سورۃ النور میں ہیں اور دو مقامات سورۃ الاحزاب میں ہیں۔
دوسری قسم کے دلائل میں اُن احادیثِ مبارکہ کو بیان کیا گیا ہے جو کہ دراصل مذکورہ بالا قرآنی آیات کے مفہوم کو متعین کر رہی ہیں۔ احادیث کے عنوان کے تحت ہم نے ایسی احادیث کو بیان کیا ہے جو کہ قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں حجاب کے بارے میں صحابیات کے طرزِ عمل کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ ان آیات سے انہوں نے کیا سمجھا تھا۔ علاوہ ازیں ہم نے اسی بحث کے تحت ان اشکالات کا بھی جامع و مانع جواب دیا ہے جو بعض احادیث کے حوالے سے پیدا کیے جاتے ہیں۔

تیسری قسم کے دلائل میں اقوالِ صحابہؓ و تابعین کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ صحابہؓ اور تابعین نے پردے کے بارے میں قرآنی آیات کا کیا مفہوم سمجھا ہے۔

چوتھی قسم کے دلائل میں ہم نے مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کیا ہے جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک چہرے کا پردہ شرعاً واجب ہے اور بعض کے نزدیک سدًّا للذریعة واجب ہے۔ آخری اور پانچویں قسم کے دلائل میں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ چہرے کا پردہ تواترِ عملی سے بھی ثابت ہے۔

ان پانچ قسم کے دلائل کی روشنی میں ہم نے مثبت انداز میں اپنا ایک موقف بیان کر دیا ہے۔ ہمارا مضمون یہاں پر ختم ہو رہا ہے۔ اب ہم اگلی قسط میں ان اعتراضات اور اشکالات کا شرعی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیں گے جو کہ ہمیں اس مضمون کی اشاعت کے دوران موصول ہوئے۔

حواشی

۱) احیاء العلوم، امام غزالی، کتاب النکاح، فصل سوم "آداب المعاشرت"۔
۲) فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، جلد۹ ، ص ۳۳۷۔
۳) نیل الاوطار، امام شوکانی، جلد٦، ص ۲٤۹۔

باب ششم

چہرے کے پردے پر چند شبہات اور ان کے جوابات

فصل اول

پہلا شبہ

چہرے کے پردے کے بارے میں ہمارا مضمون ''چہرے کا پردہ: واجب' مستحب یا بدعت'' کے عنوان سے مکمل ہو چکا ہے۔چہرے کے پردے کے حوالے سے قرآن میں وارد شدہ صریح اور قطعی نصوص کے بارے میں منکرین حجاب جو شکوک وشبہات پیدا کرر ہے ہیں' اب ان صفحات میں ہم اُن کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ لیں گے ۔ ماہنامہ ''اشراق '' کے مدیر جاوید احمد غامدی صاحب کی ''قانونِ معاشرت'' کے نام سے ایک سی ڈی ہاتھ لگی جو کہ چہرے کے پردے کے حوالے سے غامدی صاحب کے پانچ عدد لیکچرز پر مشتمل ہے ۔واقعہ یہ ہے کہ ان لیکچرز میں حقائق کے برخلاف سطحی اور غیر معیاری قسم کے مواد کو علم وتحقیق کے نام سے جس وثوق سے پیش کیا گیا ہے' یہ انداز دبستان شبلی کے کسی نمائندہ کو زیب نہیں دیتا۔غامدی صاحب کے یہ لیکچرز سن کر ہمیں ان کی وہ ''تحریر'' یاد آرہی تھی جو انہوں نے آج سے تقریباً ستائیس سال پہلے پروفیسر طاہر القادری صاحب کی ''سورۃ الضحیٰ'' پر ایک تقریر پر نقد کرتے ہوئے ماہنامہ اشراق میں شائع کی تھی۔تقاریر پر نقد و جرح اگر ہمارے نزدیک روا ہوتی تو ہم غامدی صاحب کے ان لیکچرز میں موجود خلافِ واقعہ باتوں پر ایک پوری کتاب لکھ دیتے۔لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تقاریر و بیانات میں انسان تحریر کی نسبت زیادہ غیر محتاط ہوتا ہے' خصوصاً جبکہ سامعین طبقہٴ جہلاء سے تعلق رکھتے ہوں ۔غامدی صاحب اپنی تحریر میں محتاط ہیں اور علمی انداز میں گفتگو کرتے ہیں تو کم از کم حوالے تو نقل کر ہی دیتے ہیں جو کہ ایک اچھی روش ہے' اگر چہ خود اُن کو بھی بات پوری طرح سمجھ نہ آرہی ہو۔ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے انہیں صرف اتنی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تحریر کی طرح ان کے بیانات میں بھی ربع صدی کے مطالعے کی کچھ نہ کچھ جھلک تو نظر آنی چاہیے ۔بغیر کسی ریفرنس کے ثابت شدہ حقائق کے خلاف دعوے کرنا قرآن کے کسی طالب علم کے شایانِ شان نہیں ہے ۔ذیل میں ہم غامدی صاحب کے لیکچرز کا تفصیلی' تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لینے کی بجائے اس نتیجے پر بحث کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے پانچ گھنٹے کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد نکالا۔

پہلا شبہ :

غامدی صاحب نے اپنے پانچ گھنٹے کے لیکچرز کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ اُمت مسلمہ میں چہرے کے پردے کے بارے میں تین قسم کے نقطہ ہائے نظر رائج رہے ہیں ۔ایک یہ کہ محرم رشتہ داروں کے علاوہ باقی ہر ایک سے عورت پردہ کرے گی اور اس کے لیے اجنبی افراد سے چہرے کا پردہ واجب ہے ۔یہ موقف اُمت مسلمہ میں مولانا مودودی نے پیش کیا ۔دوسرا موقف سلف صالحین کا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے' تمام سلف صالحین بشمول ابن تیمیہ اور احناف کے سب کا موقف یہی ہے' اگر پچھلوں میں چہرے کے پردے کے وجوب کا کوئی قائل

ہے بھی تو وہ کچھ غیر معروف لوگ ہیں۔ تیسرا موقف میرا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ چہرے کا پردہ بہتر بھی نہیں ہے۔

جواب شبہ :

جہلاء کے مجمع میں تو علم وفضل کے ایسے موتی بکھیرے جا سکتے ہیں' لیکن استدلال وتحقیق کی دنیا میں غامدی صاحب کے اس بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے مولانا مودودی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمان عورتوں کے لیے اجنبیوں سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر غامدی صاحب ایک نظر اس سلسلة الذهب (غامدی عن اصلاحی عن فراهی عن شبلی عن سرسید) کی طرف بھی کر لیتے' جس سے' بقول ان کے' انہوں نے اپنا یہ دین حاصل کیا ہے' تو ان پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی کہ دبستانِ شبلی کا ہر ایک امام عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو اسی طرح واجب قرار دے رہا ہے جس طرح مولانا مودودی' بلکہ مولانا مودودی سے بھی قدرے بڑھ کر۔ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی صاحب۔ آیت جلباب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''یہی جلباب ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقعے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقع کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیں تو دیں لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسول سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں۔''

اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے استاذ امام حمید الدین فراہی حجاب کے مسئلے پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حجاب کے مسئلہ میں تفاسیر اور فقہ میں پوری توضیح موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ میری رائے میں نظمِ قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ ایسی قدیم غلطیوں کا کیا علاج کیا جائے۔ کون سنتا ہے کہانی میری' اور پھر وہ بھی زبانی میری۔ فقہاء اور مفسرین کا گروہ ہم زبان ہے مگر صحابہؓ اور تابعین زیادہ واقف تھے۔ انہوں نے ٹھیک سمجھا ہے مگر متأخرین حضرات نے ان کا کلام بھی نہیں سمجھا۔ بہرحال الحق أحق اَنْ یُـتَّبع ۔ میں اس مسئلے پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے اور قرآن نے یہی حجاب واجب کیا ہے جو شرفاء میں مروّج ہے' بلکہ اس سے قدرے زائد۔ ذرا مجھے طاقت آئے تو مفصل مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں''۔ (۱)

اسی طرح مولانا حمید الدین فراہی صاحب کے رہنما اور استاد جناب مولانا شبلی نعمانی چہرے کے پردے کے وجوب پر مولوی امیر علی کے خلاف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''پردے کے متعلق تمام دنیا میں مسلمانوں کا جو طریق عمل رہا ہے وہ یہ تھا کہ کبھی کسی زمانہ میں عورتیں بغیر برقع اور نقاب کے باہر نہیں نکلتی تھیں اور نامحرموں سے ہمیشہ منہ چھپاتی تھیں' یہاں تک کہ یہ امر معاشرت کا سب سے مقدم مسئلہ بن گیا تھا''۔ (۲)

اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا شبلی کے راہنما اور دیرینہ ساتھی جناب سرسید احمد خان صاحب کے بارے میں منقول مختلف واقعات میں ان کے حوالے سے ہوا ہے۔ دبستان شبلی کا ہر ہر امام اس بات پر زور دے رہا ہے کہ

عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے' جبکہ غامدی صاحب کا اصرار یہ ہے کہ میرے یہ تمام ائمہ غلط تھے اورمیری رائے درست ہے'اور وہ یہ کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ تو کجا سر ڈھانپنا بھی لازم نہیں ہے۔ المورد کی ویب سائٹ پر ارباب اشراق کے فتاویٰ جات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جبکہ المورد کا کوئی سرپھرا سکالر یہ دعویٰ کرلے کہ حجاب کے مسئلے میں استاذ امام جاوید احمد صاحب کو غلطی لگی ہے' قرآن (سورۃ النور) میں تو صرف سینے اور شرم گاہوں کے ڈھانپنے کا تذکرہ ہے'اس کے علاوہ جسم کا چھپانا عورت کے لیے لازم نہیں ہے۔نعوذ باللہ من ذٰلک!

جہاں تک غامدی صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ سلف صالحین کا موقف یہ تھا کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے' اور مولانا مودودی نے سب سے پہلے اس کو لازم قرار دیا ہے' قطعاً غلط بلکہ سلف صالحین کی آراء سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین سب چہرے کے پردے کے لزوم کے قائل تھے' جیسا کہ مولانا حمید الدین فراہی نے لکھا ہے' جبکہ فقہاء میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں' جبکہ بعض دوسرے فقہاء عورت کے چہرے کو اس کے ستر میں شمار کرتے ہیں اور نص سے چہرے کے پردے کا اثبات کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر طبقہ میں امام احمدؒ ایک رائے کے مطابق امام مالکؒ امام غزالیؒ امام قرطبیؒ امام ابن العربیؒ امام ابن تیمیہؒ امام ابن القیمؒ امام ابن کثیرؒ امام امیر صنعانیؒ' علامہ ابن حجر عسقلانیؒ' امام بیضاویؒ علامہ ابن الجوزیؒ وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ نے صریحاً عورت کے لیے چہرے کے پردے کو نصاً واجب قرار دیا ہے۔ ان حضرات کی آراء کو ہم اپنے مستقل مضمون میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ کیا یہ تمام جلیل القدر ائمہ غامدی صاحب کے نزدیک غیر معروف علماء ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر اُن کے نزدیک معروف علماء کون ہیں؟ ان کے اپنے ائمہ ثلاثہ' جن کا موقف ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں؟

غامدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک موقف خود اُن کا ہے اور وہ یہ کہ چہرے کا پردہ لازم تو کیا بہتر بھی نہیں ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ غامدی صاحب کا یہ موقف ایسا ہے کہ جس کو پیش کرنے کا شرف اُمتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غامدی صاحب کو حاصل ہوا ہے۔ غامدی صاحب کے اس موقف کی بنیاد وہ کہانی ہے جس پر انہوں نے اپنے لیکچرز کے دوران اپنا پورا ایک گھنٹہ ضائع کیا ہے۔ عصر حاضر کے تقریباً سب منکرینِ حجاب اس کہانی کو کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون میں ایک مسلمان عورت آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی' وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں' اللہ کے رسولﷺ کے زمانے میں مدینہ میں فساق کی کثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لیے راستوں پر بیٹھے ہوتے۔ گویا منکرین حجاب کے کہنے کے مطابق آج کل کے معاشرے خیر القرون کے معاشروں کی نسبت زیادہ مہذب اور پاکیزہ ہیں۔ ان کے نزدیک آج عورت کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے یا آج اس کو اتنا نہیں ستایا جاتا جتنا کہ خیر القرون میں ستایا جاتا تھا' اس لیے خیر القرون کے ''فاسق معاشروں'' کے لیے (معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ' نقل کفر کفر نہ باشد) تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی' آج کل کے ''پاکیزہ معاشروں'' میں حجاب کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون! اس میں کوئی شک نہیں ہے

کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دَور میں دو چار واقعات ایسے ضرور ہوئے ہیں' لیکن منکرینِ حجاب ان واقعات کا حوالہ دے کر ایک ایسی منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہی تأثر ملتا ہے کہ آج کل کا ماحول اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور بہتر ماحول ہے' لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تو عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی' آج نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے بھی سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں حکم حجاب کو اڑانے کے لیے یہی کہانی تراشی ہے۔ ہم غامدی صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جب کہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا' کیا اسلام کے اس غلبے کے بعد کسی آزاد مسلمان عورت کو کسی فاسق کی طرف سے ستانے یا تکلیف پہنچانے کا کوئی سوال پیدا ہوتا تھا؟ گویا جس کہانی کو آپ حکم حجاب کی بنیاد بنا رہے ہیں وہ کہانی تو فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہوگئی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد صحابیات نے اپنے جلباب اتارے نہیں بلکہ جلباب اوڑھنے کے حکم پر اسی پابندی کے ساتھ عمل کرتی رہیں جس پابندی سے وہ فتح مکہ سے پہلے کرتی رہی تھیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا۔ وہ عام حالات تو کجا' خاص حالات میں بھی (کہ جن میں ایک مسلمان عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز ہے' مثلاً حالتِ احرام) اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا قول ہے:

كنّا نغطي وجوهنا من الرجال وكنا نمتشط قبل ذلك في الاحرام(۳)

''ہم اس سے پہلے حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو مَردوں سے ڈھانپتی تھیں اور کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔

اسی طرح فاطمہ بنت منذرؒ (ایک تابعیہ) کا قول ہے کہ انہوں نے کہا:

كنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بكر الصديق(٤)

''ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے ساتھ ہوتی تھیں۔''

غامدی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابیات اور تابعیات کو تو' جن کو یہ حکم دیا گیا' یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ ایک وقتی اور تدبیری حکم ہے' جبکہ چودہ سو سال بعد غامدی صاحب پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ یہ حکم عارضی تھا۔ متقدمینِ احناف کے بارے میں غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وہ چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے قائل تھے۔ فقہائے احناف کا موقف ہم تفصیلاً اپنے مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔

فصل دوم

دوسرا شبہ

غامدی صاحب نے کہا ہے کہ آیت مبارکہ ﴿یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط﴾ میں (چہرے کے پردے کا) جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک وقتی تدبیر اور عارضی حکم ہے، جیسا کہ قرآن کے سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے۔

جوابِ شبہ :

ہمارا خیال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی ان سے زیادہ قرآن کے سیاق وسباق سے واقف ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں، جس میں غامدی صاحب کے اس شبہے کا ردّ ہے، کہ:

> ''﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط﴾ اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو اشرار کے شر سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اوّل تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جن حالات میں یہ حکم دیا گیا تھا کیا کوئی ذی ہوش یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات کل کی نسبت ہزار درجہ زیادہ خراب ہیں، البتہ حیا اور عفت کے وہ تصورات معدوم ہو گئے جن کی تعلیم قرآن نے دی تھی۔''(۵)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کہ جنہوں نے، بقول غامدی صاحب، اُن کو قرآن کے سیاق وسباق اور نظمِ قرآن کی تعلیم دی، وہ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط﴾ کو بنیاد بنا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو عارضی اور تدبیری حکم سمجھنا غلط ہے۔ اور اس کے لیے دلیل کے طور پر انہوں نے ایک اصول بیان کیا جس اصول کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غامدی صاحب نے اپنے استاد امام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ ان سے بھی اس مسئلے میں غلطی ہوئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے یہ اُصول بیان کیا کہ ''احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں وہ محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں گے''۔ یہاں استاذ امام اپنے تلمیذ رشید جاوید احمد غامدی صاحب کو جو اصول سمجھانا چاہتے ہیں اسے اصولیّین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' کہ قرآن وسنت کی تشریح وتفسیر کرتے وقت اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سببِ نزول کا۔

فصل سوم

تیسرا شبہ

ہمارے ایک ناقد نے ہمارے مضمون کے جواب میں آیۂ جلباب کی تفسیر میں مروی ابن سیرین کے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ اس اثر پر عصر حاضر کے سب سے بڑے محدث نے بحث کی ہے اور' جلباب المرأة المسلمة' میں اس کی قلعی کھول دی ہے۔

جواب شبہ :

جس کثرت سے ہمارے ناقدین علامہ البانی کی تقلید میں بغیر کسی تحقیق کے ان کے حوالے نقل کرتے چلے گئے ہیں اس کے بارے میں ہمارا ان کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر واقعتاً کوئی تحقیقی اور علمی نوعیت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو علامہ البانی کی کتاب ''الرد المفحم'' کا ترجمہ ہی کر دیں۔ ان کو چاہیے کہ ہر مسئلے میں علامہ البانی ؒ کی تحقیق پر اعتماد کی بجائے خود بھی کچھ محنت کر لیا کریں۔

علامہ البانیؒ نے ابوعبیدہ السلمانیؒ کے اثر کے بارے میں جو بحث کی ہے' ہمارے نزدیک علامہ البانی کی وہ بحث اور اس کے نتائج صحیح نہیں ہیں۔ علامہ البانی نے اس اثر پر درج ذیل اعتراضات وارد کیے ہیں:

۱) علامہ البانیؒ کا پہلا اعتراض

علامہ البانیؒ اس روایت کے بارے میں الرد المفحم میں لکھتے ہیں:

وبيان ضعفه من وجوه ' انه مقطوع موقوف فلا حجة فيه لان عبيدة السلماني تابعي اتفاقا[٦]

''اس روایت کے ضعف کی مختلف وجوہات ہیں' جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ روایت مقطوع موقوف ہے اس لیے حجت نہیں ہے' کیونکہ عبیدہ السلمانی کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تابعی تھے۔''

جواب اعتراض:

عبیدہ السلمانیؒ کے حوالے سے جن مفسرین یا علماء نے اس اثر کو نقل کیا ہے وہ اسے مقطوع ہی کہتے ہیں۔ مقطوع روایت وہ ہوتی ہے کہ جس میں کسی قول یا فعل کی نسبت کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے کے کسی راوی کی طرف ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبیدہ السلمانیؒ تابعی ہیں اور اس اثر کی سند عبیدہ السلمانیؒ تک صحیح ہے۔ اس لیے ہم نے اس روایت کو آثارِ صحابہ و تابعین کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی نے قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا ہے' یا ان سے فیض پانے والے تابعین اور تبع تابعین نے اس آیت مبارکہ کا کیا معنی بیان کیا ہے۔ لہٰذا علامہ البانیؒ کا اعتراض اس وقت بجا ہے جبکہ اس روایت کو مرفوع بیان کیا جائے۔ جبکہ مفسرین نے اسے مقطوع ہی بیان کیا ہے تو پھر علامہ البانیؒ کا اعتراض بے جا ہے' لہٰذا یہ روایت

مقطوع صحیح ہے۔

۲) علامہ البانیؒ کا دوسرا اعتراض

علامہ البانیؒ اس اثر کے بارے میں دوسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے:

انهم اضطربوا فی ضبط العین المکشوفة فیه فقیل "الیسری" کما رأیت وقیل "الیمنی" وهو روایة الطبری وقیل "احدی عینیه" وهی روایة اخری له ومثلها فی "احکام القرآن" للجصاص وغیرهما ذکره ابن تیمیه فی الفتاوی...... لا یظهر الا عیونهن لاجل رؤیة الطریق(۷)

''اس روایت کو بیان کرنے والوں کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کون سی آنکھ کھلی رہے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں آنکھ کھلی رکھے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ دائیں آنکھ۔ اور یہ طبری کی روایت ہے اور طبری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کھلی رکھے گی۔ یہ روایت جصاص نے احکام القرآن میں بھی بیان کی ہے۔ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھے گی تاکہ راستے کو دیکھ سکے۔''

جواب اعتراض:

حدیث مضطرب کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الطحانؒ لکھتے ہیں:

انه لا یسمی الحدیث مضطرباً اِلا اذا تحقق فیه شرطان وهما :

۱) اختلاف روایات الحدیث بحیث لا یمکن الجمع بینها

۲) تساوی الروایات فی القوة بحیث لا یمکن ترجیح روایة علی اخری

اما اذا ترجحت احدی الروایات علی الاخری او امکن الجمع بینها بشکل مقبول فان صفة الاضطراب تزول عن الحدیث(۸)

''کسی بھی حدیث کو اس وقت تک مضطرب نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں۔ ایک تو یہ ہے کہ باہم متعارض روایات کا اختلاف ایسا ہو کہ ان کے درمیان کسی صورت میں بھی جمع ممکن نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایات قوت میں اس طرح مساوی ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔لیکن جب معاملہ ایسا ہو کہ ان باہم متعارض روایات میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو یا ان کے درمیان جمع کی کوئی مقبول صورت نکل سکتی ہو تو اس حدیث سے اضطراب کی علت ختم ہو جاتی ہے۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس اثر کو بیان کرنے میں مختلف راویوں نے جو اختلاف کیا ہے اس میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔

جمع کی صورت تو یہ ہے کہ اس اثر کو بیان کرنے میں راویوں کا جو اختلاف ہے اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نفس مسئلہ ممکن حد تک چہرے کو چھپانا ہے۔ اب چہرے کو چھپانے سے ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ عورت راستہ کیسے دیکھے گی۔ تو اس کے لیے بعض راویوں نے دائیں آنکھ' بعض نے بائیں اور بعض نے دونوں کا تذکرہ کر دیا۔ یہ

بھی ممکن ہے کہ مختلف اوقات میں ابن سیرینؒ سے مختلف اقوال منقول ہوں۔ کیونکہ ان اقوال میں جو تعارض ہے وہ تضاد کا تعارض نہیں ہے۔ نفس مسئلہ میں سب راوی متفق ہیں کہ چہرے کو چھپانا چاہیے' اختلاف اس میں ہے کہ عورت راستہ دیکھنے کے لیے دائیں آنکھ کھولے گی یا بائیں یا دونوں۔ ہماری نظر میں ان تینوں صورتوں کی گنجائش موجود ہے' اور تینوں اقوال میں سے کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر نفس مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

ترجیح کی صورت یہ ہے کہ ہم نے جو روایت بیان کی وہ روایت مسلسل ہے اور کسی روایت کا مسلسل ہونا راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور راویوں کے ضبط کی زیادتی وجوہات ترجیح میں سے ایک وجۂ ترجیح ہے جس کی بنیاد پر کسی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمود الطحانؒ روایت مسلسل کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من فوائده اشتماله على زيادة الضبط من الرواة(۹)

''اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابوعبیدہ السلمانیؒ سے مروی مختلف روایات میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔ جب جمع اور ترجیح ممکن ہو تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے علامہ البانیؒ کا اعتراض صحیح نہیں۔

۳) علامہ البانیؒ کا تیسرا اعتراض

علامہ البانیؒ' ابن سیرینؒ کی اس روایت پر تیسرا اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخالفة لتفسير ابن عباس للآية كما تقدم بيانه فما خالفه مطرح بلاشك(۱۰)

''یہ قول ابن عباسؓ کی تفسیر کے مخالف ہے' جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول بھی ابن عباس کے قول کے مخالف ہوگا وہ مردود ہے (ابن عباس کے قول سے علامہ البانی کی مراد یہ قول ہے: ان يشددن جلابيبهن على جباههن)۔''

جواب اعتراض:

علامہ البانیؒ کا یہ اعتراض بھی بوجوہ درست نہیں ہے:

ا) ابن عباسؓ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور علامہ البانی نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔ علامہ البانیؒ' ابن جریرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال آخرون بل أمرن ان يشددن جلابيبهن على جباههن" وهذا وان كان اسناده ضعيفا فانه ارجح من الاول لامور(۱۱)

''بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی چادریں اپنی پیشانی پر اچھی طرح باندھ لیں۔ اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن یہ ابن عباس کے دوسرے قول سے چند امور کی وجہ سے راجح ہے''۔

ب) خود ابن عباسؓ سے ''آیۂ جلباب'' کی تفسیر میں جو اقوال مروی ہیں ان میں اختلاف ہے' اس لیے ابن عباس کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے جب کہ خود اس قول میں (علامہ البانیؒ کے بقول) تعارض موجود ہو؟ ابن جریر طبری

ؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کے دونوں اقوال نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

۱) حدثني علي قال حدثنا ابو صالح قال حدثني معاوية عن علي عن ابن عباس قوله ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ امر الله نساء المؤمنين اذا خرجن من بيوتهن في حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة(۱۲)

''مجھ سے علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابوصالح نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے معاویہ نے بیان کیا' وہ علی سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہرے کو اپنے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر ڈھانپ لیں اور اپنی ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

۲) حدثني محمد بن سعد قال حدثني ابي قال حدثني عمي قال حدثني ابي عن ابيه عن ابن عباس قوله ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ...... وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ قال كانت الحرة تلبس لباس الأمة فامر الله نِسَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ وادناء الجلباب ان تقنع وتشد على جبينها(۱۳)

''مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس i سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ سے لے کر ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ تک کے بارے میں ابن عباسؓ نے کہا کہ آزاد عورتیں لونڈیوں جیسا لباس پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اپنے جلباب لٹکا لیا کریں۔ جلباب کو لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اچھی طرح اپنی پیشانی پر باندھ لیں''۔

علامہ البانیؒ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا قول پہلے قول کی نسبت زیادہ ضعیف ہے جس میں سوائے پہلے اور آخری راوی کے' درمیان میں کسی راوی کے نام تک کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے مختلف اقوال مروی ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حجت ہونا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔

ج) حقیقت یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے یہ دونوں اثر باہم متعارض نہیں ہیں' بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ ابن عباس کا پہلا قول بھی چہرہ چھپانے کے بارے میں ہے اور دوسرا قول بھی چہرہ چھپانے ہی کے بارے میں ہے۔ ''تَقَنَّعَ'' کے لغوی مفہوم میں چہرہ چھپانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

ان ترخي المرأة بعض جلبابها على وجهها' تتقنع' حتى تتميز من الأمة(۱٤)

''کہ عورت اپنے جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکائے گی' یعنی گھونگھٹ نکال لے گی' تا کہ آزاد عورت کی

لونڈی سے تمیز ہو سکے۔''

اسی طرح عبیدہ السلمانیؒ کے اثر میں ہے:

قال ابن عون : بردائه فتقنع به ' فغطى أنفه وعينه اليسرى واخرج عينه اليمنى وادنى رداء ه من فوق حتى جعله قريبا من حاجبه او على الحاجب [۱۵]

''ابن عون نے اپنی چادر لی اور اس کا نقاب بنا لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھانپ دی جبکہ دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو سر سے نیچے کیا' یہاں تک کہ اس کو ابرو تک کیا یا ابرو کو بھی چھپا لیا۔''

ابن حجر عسقلانیؒ' صحیح بخاری کی ایک روایت ''اَتَی النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله (مُقَنّع) بفتح القاف والنون المشددة وهو كناية عن تغطية وجهه بآلة الحرب

''مُقَنّع'' قاف کی فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے اپنا چہرہ آلاتِ حرب سے ڈھانپ رکھا تھا''۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابنِ عباسؓ کے دونوں قول ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ معنی چہرے کو چھپانا ہے۔ جب ابن عباسؓ کے قول کا یہ معنی متعین ہو گیا تو ابن عباس کے قول اور ابن سیرین کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ لہٰذا علامہ البانیؒ کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ ابن سیرین کا قول ابن عباسؓ کے قول کے مخالف ہے۔ اس اثر پر علامہ البانیؒ کے تمام اعتراضات کا ہم نے مدلل جواب دے دیا۔

فصل چہارم

چوتھا شبہ

ہمارے ایک ناقد نے ہمارے مضمون پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ہم نے آیۂ جلباب کے بیان میں تو مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل نہیں کیے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیۂ جلباب اور سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال میں تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مفسرین نے آیت جلباب اور سورۃ النور کی آیت کو مختلف اعتبارات سے جمع کیا ہے' جس کی چند ایک مثالیں ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔

پہلی جمع :

بعض مفسرین نے چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کرتے ہوئے آیت جلباب سے مراد چہرے کے پردے کا وجوب لیا ہے اور ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے کپڑے' انگوٹھی' سرمہ' خضاب وغیرہ کی زینت (ایسی زینت کہ جس کا

ظہور چہرہ چھپانے کے منافی نہ ہو) مراد لی ہے۔مثلاً:

۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے لیے ہیں۔جیسے:

عن عبد اللّٰه بن مسعود ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾ قال لا خلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادة ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب (١٦)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی پازیب' بالیاں اور ہار وغیرہ ظاہر نہ کریں' اور ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے ہیں''۔

۲) تفسیر بیضاوی: امام بیضاویؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الاشياء كالثياب والخاتم فان سترها حرجا وقيل المراد بالزينة مواضعها على حذف المضاف او ما يعم المحاسن الخلقية والتزينية والمستثنى هو الوجه والكفان لانها ليست بعورة والأظهر ان هذا فى الصلاة لا فى النظر فان كل بدن الحرة عورة لا يحل لغير الزوج والمحرم النظر الى شىء منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة (١٧)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے وہ کچھ مراد ہے جو مختلف اشیاء کے استعمال کے وقت ظاہر ہو جائے' مثلاً کپڑے اور انگوٹھی' کیونکہ ان کو چھپانے میں بہت زیادہ تنگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں اور یہاں پر مضاف محذوف ہے' یا زینت سے مراد عام زینت ہے جس میں پیدائشی محاسن اور میک اپ دونوں شامل ہیں' اور استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں' کیونکہ یہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ دوسرا قول نماز کے ستر کے بارے میں ہے نہ کہ نظر کے ستر کے بارے میں' کیونکہ آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے' شوہر کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھے سوائے ضرورت کے' مثلاً علاج معالجے کے لیے یا گواہی لینے کے لیے۔''

۳) تفسیر زاد المسیر: علامہ ابن جوزیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيه سبعة اقوال احدها انها ثياب رواه ابو الاحوص عن ابن مسعود وفى لفظ آخر قال هو الرداء ...... والقول الاول أشبه وقد نص عليه احمد فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شىء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر الى شىء من الاجنبيات لغير عذر فان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها أو يشهد عليها فانه ينظر فى الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء فى ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدن(١٨)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بارے میں سات اقوال مروی ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ یہ قول ابوالاحوص نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے اس قول کی بعض دوسری روایات میں

چادر کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں ...... پہلا قول صحیح ہے اور امام احمد سے اسی کی صراحت ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں' کیونکہ عورت کا سارا جسم حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی اس کے ستر میں داخل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے' اگر کسی عذر کی وجہ سے دیکھے' مثلاً اس سے نکاح کرنے کے لیے' یا اس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے' تو ایسی صورت میں بھی صرف اس کے چہرے کو ہی دیکھے گا۔ بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔ اور اس مسئلے پر چہرہ' دونوں ہاتھ اور باقی جسم سب کا ایک ہی حکم ہے۔''

۴) روائع البیان فی احکام القرآن: علامہ صابونیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وجميع هذه النصوص تفيد حرمة النظر الى الاجنبية ولا شك ان الوجه فما لا يجوز النظر اليه فهو اذا عورة (١٩)

''ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے''۔

۵) تفسیر ابن کثیر: امام ابن کثیرؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا يظهرن شيئا من الزينة للاجانب الا ما لا يمكن اخفاء ه قال ابن مسعود كالرداء والثياب ...... وقال ابن عباس وجهها وكفيها والخاتم وهذا يحتمل ان يكون تفسيرا للزينة التى نهين عن ابدائها كما قال ابن مسعود الزينة زينتان فزينة لا يراها الا الزوج' الخاتم والسوار وزينة يراها الأجانب وهى الظاهر من الثياب(٢٠)

''اجنبی مَردوں کے سامنے عورتیں کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اِس کے کہ جس کو چھپانا ناممکن ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس سے مراد چادر یا کپڑے ہیں...... جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا چہرہ' دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ ابن عباسؓ کے اس قول میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباس نے زینت کی جو تعریف کی ہے وہ (زینت ظاہرہ کی بجائے) اس زینت کے بارے میں ہے کہ جس کو ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔ جیسا کہ ابن مسعود کا قول ہے کہ زینت دو قسم کی ہے: ایک وہ کہ جس کو دیکھنا سوائے شوہر کے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے' وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں' اور ایک زینت وہ ہے کہ جس کی طرف دیکھنا اجنبی مردوں کے لیے جائز ہے اور اس سے مراد کپڑوں کی ظاہری زینت ہے۔''

۶) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الاشياء كالثياب والخاتم فان فى سترها حرجا ...... فاستثناء الوجه والكفين من عورة الحرة ليس الا لأجل الصلاة ويدل على عدم جواز بداء المرأة وجهها قولهٗ تعالىٰ : ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ (٢١)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ مختلف اشیاء کو استعمال کرتے وقت کپڑے یا انگوٹھی ظاہر ہو جاتی ہے

' کیونکہ اُن کے چھپانے میں تنگی و مشقت ہے...... استثناء سے جو آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں اس سے مراد نماز میں عورت کا ستر ہے پس (عام حالات میں) عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ﴾۔''

۷) تفسیر کلام المنان المعروف بتفسیر سعدی: علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أی الثیاب الظاهرة التی جرت العادة بلبسها اذا لم یکن فی ذلك ما یدعو الی الفتنة (۲۲)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد وہ ظاہری کپڑے ہیں کہ جن کو عام طور پر پہنا جاتا ہے' جب تک کہ ان کپڑوں میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ فتنے کا باعث ہو (یعنی کپڑے بھی سادہ ہونے چاہئیں)۔''

۸) أیسر التفاسیر: شیخ ابوبکر جابر الجزائریؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فما لا یمکنها ستره واخفاء ه کالکفین عند تناول شیء او اعطائه او العینین تنظر بهما وان کان فی الید خاتم وحناء وفی العینین کحل وکثیاب الظاهرة من خمار علی الرأس وعباء ة تستر الجسم فهذا معفوعنه اذ لا یمکنها ستره (۲۳)

''اس سے مراد وہ زینت ہے کہ جس کا ستر اور چھپانا ناممکن ہو' مثلاً دونوں ہاتھ' کیونکہ عورتیں کسی چیز کو لیتے وقت یا دیتے وقت ان کو استعمال کرتی ہیں' یا اس سے مراد دونوں آنکھیں ہیں کہ عورت ان سے راستہ دیکھتی ہے۔ ہاتھوں کی زینت سے مراد انگوٹھی اور مہندی ہے اور آنکھوں کی زینت سرمہ ہے۔ اسی طرح ظاہری کپڑے مثلاً سر پر اوڑھی ہوئی چادر اور وہ چادر جو کہ سارے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے' بھی اس میں شامل ہیں' یہ وہ زینت ہے کہ جس کے ظاہر ہونے پر کوئی پکڑ نہیں' کیونکہ اس کو چھپانا ناممکن ہے۔''

۹) اضواء البیان: علامہ شنقیطیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں مروی دو اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اظهر القولین المذکورین عندی قول ابن مسعود أن الزینة الظاهرة هی ما لا یستلزم النظر الیها رؤیة شیء من بدن المرأة الأجنبیة وانما قلنا هذا القول هو الأظهر لانه هو أحوط الاقوال وأبعدها عن أسباب الفتنة وأطهرها لقلوب الرجال والنساء ولا یخفی أن وجه المرأة هو أصل جمالها رؤیته من اعظم أسباب الافتتان بها (۲٤)

''میرے نزدیک اِن دو اقوال میں سے صحیح قول ابن مسعودؓ کا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا لازم نہ آتا ہو۔ ہم اس قول کو اس لیے بہتر قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے' اور اس قول کے اختیار کرنے میں فتنے کے

اسباب سے زیادہ دُوری ہے اور اس کو اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کے دلوں کی طہارت کا سامان ہے ۔اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عورت کا چہرہ ہی دراصل اس کا اصل اور کُل حسن ہے' اور عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا عورتوں کے فتنے میں مبتلا کرنے والے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے''۔

۱۰) البحر المحیط : علامہ ابوحیان الاندلسیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستثنى ما ظهر من الزينة والزينة ما تتزين به المرأة من حلى او كحل او خضاب فما كان ظاهرا منها كالخاتم والفتخة والكحل والخضاب فلا بأس بابدائه للأجانب (۲۵)

''زینت ظاہرہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور زینت سے مراد زیورات' سرمہ اور مہندی ہیں۔ پس جو زینت ظاہرہ ہو مثلاً انگوٹھی' چھلاّ' سرمہ اور مہندی وغیرہ' اگر عورت اس کو اجنبی مَردوں کے سامنے ظاہر کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

۱۱) معانی القرآن : امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراءؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ مثل الكحل والخاتم والخضاب (۲۶)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد سرمہ' انگوٹھی اور مہندی ہے۔''

۱۲) فتح البیان: علامہ قنوجیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا يخفى عليك ان ظاهر النظم القرآنى النهى عن ابداء الزينة الا ما ظهر منها كالجلباب والخمار ونحوهما مما فى الكف والقدمين من الحلية و نحوهما (۲۷)

''اور یہ بات آپ پر مخفی نہیں ہے کہ قرآن کا نظم اور ظاہر اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ عورت کو اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے جو کہ خود بخود ظاہر ہو جائے' مثلاً جلباب یا دوپٹہ وغیرہ ۔اسی طرح وہ زیورات جو کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں پہنتی ہیں وہ بھی زینت ظاہرہ میں داخل ہیں۔''

۱۳) تفسیر المراغی: امام احمد مصطفیٰ المراغی ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى ولا يظهرن شيئًا من الزينة للأجانب الا ما لا يمكن اخفاء ه مما جرت العادة بظهوره كالخاتم والكحل والخضاب (۲۸)

''اس سے مراد ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو اور جو عادتاً ظاہر ہو جائیں' جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور مہندی۔''

۱۴) تفسیر القرآن لکلام الرحمٰن : مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اى الثياب الظاهرة التى لا تخفى من النقاب وغيره لقوله تعالىٰ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ﴾ اى يسترن وجوههن وصدورهن بالنقاب وقت الذهاب وليس المراد بما ظهر الوجه واليدان لقوله تعالىٰ : ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (۲۹)

'' ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد ظاہری کپڑے مثلاً نقاب وغیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک : ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور سینوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا کریں۔ اور ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ﴾ ''(اے نبیؐ!) مؤمنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں۔''

۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم: امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں جلیل القدر تابعین مجاہد اور سعید بن جبیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ا) عن ابن جبیر فی قول اللّٰہ ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ یعنی الوجہ والکفین فزینۃ الوجہ الکحل وزینۃ الکفین الخضاب ولا یحل ان یری منھا غریب غیر ذلک (۳۰)

''حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سے مراد سرمہ ہے اور ہاتھوں کی زینت مہندی ہے۔ اور کسی اجنبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی زینت میں اس کے علاوہ کچھ دیکھے۔''

ب) عن مجاھد ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ قال الثیاب والخضاب والخاتم والکحل (۳۱)

''مجاہد سے روایت ہے کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد کپڑے' مہندی' انگوٹھی اور سرمہ ہے۔''

علاوہ ازیں امام نووی الجاویؒ نے ''مواح لبید'' میں' علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ نے ''تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس'' میں' مولانا امین احسن اصلاحی نے ''تدبر القرآن'' میں' سید احمد حسن محدث دہلویؒ نے ''احسن التفاسیر'' میں' مولانا مودودیؒ نے ''تفہیم القرآن'' میں اور مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ''احسن البیان'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔

دوسری جمع:

﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ لیکن عورت ان کو قصداً کھلا نہیں رکھتی' بلکہ یا تو کسی حرکت کے تحت ان اعضاء کا کھل جانا مراد ہے یا پھر کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت عورت کا ان اعضاء کو کھولنا مراد ہے۔ یہ جمع درج ذیل مفسرین نے بیان کی ہے:

۱) تفسیر ابن عطیہ: مشہور مفسر ابن عطیہؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویظھرلی بحکم الفاظ الآیۃ ان المرأۃ مأمورۃ بالأتبدی وان تجتھد فی الاخفاء لکل ما ھو زینۃ ویقع الاستثناء فی کل ما غلبھا فظھر بحکم ضرورۃ حرکتہ فیما لا بدا منھا واصلاح شان فما ظھر علی ھذا الوجہ فھو المعفی عنہ (۳۲)

''آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور

ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آ جائے' مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔''

امام قرطبیؒ نے بھی ابن عطیہؒ کی اس جمع کو حسن کہا ہے۔

۲) روح المعانی: علامہ آلوسیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویکون المعنی ان ما ظهر منها من غیر اظهار کان کشفته الریح مثلاً فهن غیر مؤاخذات به فی دار الجزاء وفی حکم ذلك ما لزم اظهاره لنحو تحمل شهادة ومعالجة طبيب (۳۳)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ بغیر اس کا اظہار کیے خود بخود کھل جائے' جیسے ہوا سے کھل جانا' ایسے معاملات میں آخرت میں عورت سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور اس کے مفہوم میں وہ حصہ بھی شامل ہے کہ جس کا اظہار لازماً ہو جاتا ہو' مثلاً گواہی لینے کے لیے اور ڈاکٹر کے علاج کے لیے (عورت کا اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا)۔''

۳) نظم الدّرر: امام بقاعیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای کان بحیث یظهر فیشق التحرز فی اخفائه فبدا من غیر قصد کالسوار والخاتم والکحل فانها لا بد لها من مزاولة حاجتها بیدها ومن کشف وجهها فی الشهادة ونحوها (۳۴)

''یعنی وہ چیز ظاہر ہو کہ جس کے چھپانے میں مشقت ہو اور بغیر ارادے کے ظاہر ہو' مثلاً کنگن' انگوٹھی اور سرمہ وغیرہ' کیونکہ عورت کو مختلف اشیاء لینے دینے میں اپنا ہاتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح گواہی اور اس قسم کے دوسرے معاملات میں عورت کو اپنا چہرہ بھی کھولنا پڑتا ہے۔''

تیسری جمع:

بعض مفسرین نے سورۃ النور کی آیت ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ لیا ہے۔ لیکن اس اظہارِ زینت کو اِس صورت میں جائز قرار دیا ہے جبکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

۱) تفسیر جلالین: صاحب تفسیر جلالین ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ وهو الوجه والکفان فیجوز نظرة لأجنبی ان لم یخف فتنة فی احد وجهین والثانی یحرم لانه مظنّة الفتنة (۳۵)

''﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس لیے ایک اجنبی کے لیے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو۔ یہ تو ایک تفسیر ہے' دوسری تفسیر کے مطابق عورت کے ان اعضاء کی طرف دیکھنا حرام ہے' کیونکہ عورت کے یہ اعضاء فتنے کا محل ہیں۔''

۲) التفسیر المنیر: ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والراجح فقهاوشرعا ان الوجه والكفين ليسا بعورة اذا لم تحصل الفتنة فان خيفت الفتنة وحصلت المضايقة وكثر الفساق وجب ستر الوجه (۳۶)

''فقہ و شریعت کے اعتبار سے راجح قول یہی ہے کہ فتنے کی عدم موجودگی میں ہاتھ اور چہرہ ستر میں داخل نہیں ہیں' لیکن اگر فتنے کا اندیشہ ہو اور عورتوں کو تنگ کیا جائے اور فُساق کی کثرت ہو جائے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔''

۳) البحر المدید: ابن عجیبہ الحسنیؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ الا ما جرت العادة اظهارها وهو الوجه والكفان الا لخوف الفتنة (۳۷)

'' ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد وہ کچھ ہے جس کا عورت کی طرف سے عادتاً اظہار ہوتا ہو اور یہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔''

پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے بھی ''ضیاء القرآن'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔علمائے احناف بھی اسی جمع کو اختیار کرتے ہوئے عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

چوتھی جمع :

بعض مفسرین نے ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورت کے ستر اور حجاب میں فرق ہے۔ستر عورت کا وہ پردہ ہے جو کہ وہ گھر میں اختیار کرے گی اور یہ پردہ سورۃ النور میں بیان ہوا ہے' جبکہ حجاب عورت کا گھر سے باہر کا پردہ ہے اور حجاب کا بیان سورۃ الاحزاب میں ہے۔

۱) ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزادؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''علماء نے ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں فقہی موشگافیاں بھی کی ہیں اور لکھا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں' لہٰذا ان کا کھلا رکھنا جائز ہے۔مگر یہ بات قابل غور ہے کہ زیر بحث آیت میں ستر کا بیان ہے حجاب کا نہیں ہے اور حجاب ستر سے زائد ایک چیز ہے جو غیر محرم مردوں اور عورتوں کے درمیان حائل کر دیا گیا' لہٰذا دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔''(۳۸)

۲) تذکیر القرآن: علامہ وحید الدین خان ﴿اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے سلسلے میں احکام دو پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ایک وہ جن کا عنوان ستر ہے اور دوسرے وہ جن کا عنوان حجاب ہے۔ستر کا تعلق جسم کے پردے سے ہے' یعنی عورت خواہ گھر کے اندر ہو یا گھر سے باہر' اس کے لیے اپنے بدن کا کون سا حصہ کس کے سامنے اور کن حالات میں کھلا رکھنا اور کب کھلا رکھنا جائز ہے۔حجاب کا تعلق باہر کے پردے سے ہے' یعنی اس مسئلے سے شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ان آیات میں بنیادی طور پر ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔حجاب کا مسئلہ آگے سورۃ الاحزاب میں ہے''۔(۳۹)

مولانا مودودی نے بھی ''تفہیم القرآن'' میں اس جمع کو بیان کیا ہے۔

پانچویں جمع :

بعض مفسرین نے ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد تو ہاتھ اور چہرہ ہی ہے' لیکن اس زینت کو ایک عورت صرف اپنے ان محارم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے جن کا ذکر آگے آیت میں ہو رہا ہے' اجنبی افراد کے سامنے نہیں۔

۳) معارف القرآن: مولانا ادریس کاندھلویؒ ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''زینت کے معنی آرائش اور زیبائش کے ہیں خواہ خلقی اور قدرتی ہو جیسے چہرہ اور دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں' یا مصنوعی اور اختیاری ہو جیسے پوشاک اور زیور' یہ سب چیزیں زینت ظاہرہ یعنی ﴿اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ میں داخل ہیں جن کا اظہار سوائے محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں' جن کا ذکر آئندہ آیت میں آنے والا ہے۔''(۴۰)

چھٹی جمع :

چھٹی جمع وہ ہے جو کہ غامدی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ سورۃ الاحزاب میں نازل شدہ حکمِ جلباب کو ایک وقتی اور تدبیری حکم مانا جائے۔ پروفیسر خورشید عالم صاحب نے بھی غامدی صاحب کی اس جمع کو اختیار کیا ہے۔ اس جمع کی بنیاد وہ ''کہانی'' ہے جس کو غامدی صاحب نے قانونِ معاشرت سے متعلقہ اپنے لیکچرز میں بیان کیا ہے' جس کا جواب ہم صفحات گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

فصل پنجم

پانچواں شبہ

ششماہی منہاج ''جنوری تا جون ۲۰۰۶ء'' میں ایک پروفیسر صاحب کا طویل مقالہ حجاب کے موضوع پر شائع ہوا۔ اس کا تفصیلی جواب ہم نے ''منہاج'' کی انتظامیہ کو بھجوا دیا ہے جو کہ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع ہو جائے گا۔ اس مقالے میں پروفیسر صاحب نے آیت جلباب کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ''ذلك ادنی أن یعرفن فلایؤذین'' یہ حکم حجاب کا سبب ہے اور سبب کے بارے میں اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب سبب ہوگا تو حکم ہوگا اور جب سبب نہیں ہوگا تو حکم بھی نہیں ہوگا اس لیے آپؐ کے زمانے میں تو یہ سبب موجود تھا اس لیے حجاب کا حکم بھی تھا آج یہ سبب موجود نہیں ہے اس لیے حجاب کا حکم بھی نہیں ہوگا۔

سبب اور حکمت کا فرق:

پروفیسر صاحب نے 'ذلك ادنی أن یعرفن فلایؤذین' کو سبب بنایا ہے حالانکہ اصولیین کی اصطلاح میں اسے 'حکمت' یا 'مصلحت' کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان 'حکمت' کے بیان میں لکھتے ہیں:

وانما شرعت لمصلحة العباد فی العاجل و الآجل و هذا المصلحة المقصودة اما جلب منافع لهم ، واما دفع أضرار و مفاسد و رفع حرج عنهم . . . فالقرآن الكريم غالبا ما يقرن بحكمه الحكمة الباعثة على تشريعه من جلب نفع أو دفع ضرر۔۔فحكمة الحكم :هی المصلحة من جلب نفع أودفع ضرر أراد الشارع تحقيقها بتشريع ذلك الحكم الا أن الملاحظ :أن الشريعة ، غالباِ، لا تربط الحكم بحكمتة وجودا وعدما۔۔و قد تكون الحكمة أمرا غير منضبط، أی يختلف باختلف الناس و تقديرهم ، و لا يمكن بناء الحكم عليه لأنه يؤدی الى الاضطراب و الفوضى فی الاحكام ، فلا يستقيم أمر التكليف ولا يطرد و لا ينضبط ، و تكثر الادعات للتحلل من الأحكام(٤١)

''حقیقت یہ ہے کہ احکام شرعیہ بندوں کی مصلحت کے لیے دیے گئے ہیں خواہ ان کا فائدہ فوراً ہو یعنی دنیا میں یا کچھ دیر بعد یعنی آخرت میں،اس مصلحت سے مقصود ،یا تو بندوں کے لیے منفعت کا حصول ہے یا ان سے نقصانات ،مفاسد اور تنگی کو دور کرنا ہے ..قرآن مجید اکثر اوقات اپنے حکم کے ساتھ اس حکمت کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس حکم کی تشریع کے لیے محرک ہو یعنی حصول منفعت یا دفع مضرت...پس حکمت سے مراد وہ مصلحت ہے جو حصول منفعت یا دفع مضرت کی صورت میں ہوتی ہے جس کو شارع اس حکم کی تشریع کے ساتھ وجود میں لانا چاہتے ہیں۔تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شریعت نے حکم کو اس کی حکمت کے ساتھ اکثر احکام میں' وجود یا عدم کے اعتبار سے براہ راست مربوط نہیں کیا ہے...اور بعض اوقات حکمت غیر منضبط ہوتی ہے یعنی وہ لوگوں کے اختلاف اور ان کے اندازوں میں تبدیلی سے یہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے اس وقت حکم کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ ایسی صورت میں حکمت کو حکم کی بنیاد بنانا انتشار اور بدنظمی کا باعث بنتا ہے اس صورت میں مکلّف ہونے کا حکم ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور نہ ہی اس میں عمومیت آسکتی ہے اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جاسکتا ہے اور احکام سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہت سے دعوے ہو سکتے ہیں''۔

ہماری مذکورہ بالا اس بحث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱) حکمت سے مراد جلب منفعت اور دفع ضرر ہے۔اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ 'ذلك ادنی أن يعرفن فلايؤذين' میں دفع ضرر کی بات ہو رہی ہے اس لیے یہ حکمت ہے نہ کہ سبب۔

۲) حکمت غیر منضبط ہوتی ہے،یعنی اگر اس کی بنیاد پر حکم جاری کیا جائے تو وہ حکم مختلف اشخاص کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہے گا جبکہ سبب کے بارے میں اصولیین نے لکھا ہے کہ سبب ایک منضبط وصف ہوتا ہے یعنی اس پر اگر کسی حکم کی بنیاد رکھی جائے تو وہ حکم سب کے لیے ایک ہی ہوگا۔اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ 'ذلك ادنی أن يعرفن فلايؤذين' ایک غیر منضبط وصف ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم بعض مکلفین کے حق میں باقی رہتا ہے جبکہ بعض مکلفین کے حق میں باقی نہیں رہتا۔اس لیے یہ سبب نہیں ،حکمت ہے۔

۳) حکم کی بنیاد حکمت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ علت پر رکھی جاتی ہے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض اوقات

حکمت ہی علت بن جاتی ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حکمت ایک منضبط وصف ہو۔حکمت اور علت میں اصل فرق انضباط کا ہے۔حکمت اگر منضبط ہو جائے تو وہ علت بن جاتی ہے۔

۴) اگر حکمت ایک غیر منضبط وصف ہو تو اس پر احکام کی بنیاد رکھنے کا مطلب ہے احکام سے راہ فرار اختیار کرنا اور شرعی احکامات کو اڑانا، جیسا کہ پروفیسر صاحب نے مذکورہ مسئلے میں حکمت کو بنیاد بنا کر حکم حجاب سے راہ فرار اختیار کی ہے۔

۵) اضافی طور پر یہ بات ہمارے علم میں ہونی چاہیے کہ اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہو تو اس سبب کو 'علت' کہتے ہیں اور اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس (سبب) کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک نہ کر سکتی ہو تو اس سبب کو صرف 'سبب' کہتے ہیں۔مثلاً سفر روزہ افطار کرنے کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہےکہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن ہے اس لیے یہ سبب علت ہے جبکہ سورج کا غروب ہونا مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے اس لیے اسے صرف سبب کہیں گے۔سبب اور علت میں اصل فرق مناسبت کا ادراک کا ہے۔ بفرض محال 'ذلك ادنى أن يعرفن فلايؤذين' کو اگر پروفیسر صاحب کے کہنے کے مطابق سبب مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ سبب نہیں کہلائے گا کیونکہ عقل اس کے درمیان اور حکم حجاب کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہے ایسی صورت میں اس کو علت کہیں گے نہ کہ سبب،

خلاصہ کلام یہ کہ 'ذلك ادنى أن يعرفن فلايؤذين' حکم حجاب کی حکمت یا مصلحت ہے جس سے شارع کا مقصد دفع ضرر ہے۔اس حکمت کے غیر منضبط ہونے کی وجہ سے اس کو نہ تو علت بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی سبب، کیونکہ علت اور سبب دونوں ہی منضبط وصف ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ نے بھی 'ذلك ادنى أن يعرفن فلايؤذين' کو حکمت قرار دیا ہے وہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> الحكمة من أمر الحرائر بالتستر ألا يختلطن بالاماء فاذا عرفن لم يقابلن بأدنى معارضة مراعاة لرتبة الحرية فتنقطع الأطماع عنهن(۴۲)
>
> آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں جب آزاد عورتوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آزاد ہیں تو پھر انھیں کسی قسم کی معمولی سی تکلیف بھی نہ دی جائے گی تاکہ آزاد عورتوں کے مقام کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ہر قسم کی غلط امیدیں ختم ہو جائیں۔

فصل ششم

چھٹا شبہ

عام طور پر عوام الناس اور بعض اسکالرز کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کے لیے چہرے کا پردہ ضروری ہے تو پھر قرآن میں 'غض بصر' کا جو حکم آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر ہم قرآن کی اس آیت کو اس کے سیاق سباق میں سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔'غض بصر' کا حکم سورۃ نور کی آیت ۳۱ میں بیان ہوا ہے جبکہ سورۃ نور کی چار آیات (۲۷ تا ۳۱) کا موضوع ایک ہی ہے۔ ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر داخل ہونے کے آداب سکھائے گئے ہیں ان آیات کا آغاز یوں ہوتا ہے:

﴿یأیھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلموا علی أھلھا ذلك خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا أحدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم و ان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو أزکی لکم والله بما تعملون علیم لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیھا متاع لکم

والله يعلم ما تبدون و ما تكتمون قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم و يحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم ان الله خبير بما يصنعون وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (النّور:۳۱)

''اے وہ لوگوں جو ایمان لے کر آئے تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ طلب کرلو اور اہل خانہ پر سلامتی نہ بھیج لو یہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے تو بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے جایا کرو یہ تمارے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالی جانتا ہے جو تو عمل کرتے ہو۔ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم ان غیر رہائشی گھروں میں (بغیر اجازت کے) داخل ہو کہ جن میں تمہارے لیے نفع ہے اور اللہ تعالی جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو (اے نبیؐ!) آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیں وہ اپنی نظروں کو دبا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے یقیناً اللہ تعالی اس سے باخبر ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ (اے نبیؐ!) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں' اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے' اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

ان آیات میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہونے کے درج ذیل آداب سکھائے گئے ہیں:

۱) کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں بلا اجازت اور سلام کیے بغیر نہیں داخل ہونا چاہیے جیسا کہ آیت ۲۷ میں بیان ہوا ہے۔

۲) اگر اہل خانہ گھر پر موجود نہ ہوں تو گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۳) اگر اہل خانہ مصروف ہوں یا کسی اور وجہ سے فورا ملاقات نہ کر سکتے ہو اور ملاقاتی سے معذرت کر لیں تو ملاقاتی کوان کی معذرت قبول کرنی چاہیے اور ملاقات پر اصرار نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۴) وہ گھر جو کہ ذاتی رہائش کی جگہیں نہ ہو مثلا ہوٹل' سرائے وغیرہ وہاں بغیر اجازت داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ آیت ۲۹ میں بیان ہوا ہے یہ آیت درمیان میں ایک جملہ معترضہ ہے کیونکہ سابقہ آیات میں ان گھروں میں داخل ہونے کے آداب بتائے جا رہے ہیں جو کہ رہائشی ہوں اور اس سلسلے میں سب سے پہلی تعلیم یہ دی گئی کہ بغیر اجازت کسی رہائشی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جس پر مخاطب کے ذہن میں خود بخود ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر غیر رہائشی گھروں کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب آیت ۲۹ میں دیا گیا ہے۔

۵) کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہوتے وقت مسلمان مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں جیسا کہ آیت ۳۰ میں بیان ہوا ہے کیونکہ گھر کی خواتین کو گھر کے کام کاج کرنے ہیں یا مہمان نوازی کرنی ہے یا بچوں کی دیکھ بھال کے لیے حرکت کرنی ہے تو ان اور ان جیسے تمام دوسرے کاموں کے دوران خواتین کے لیے عموما اپنے چہرے اور سر وغیرہ کی زینت چھپانا مشکل ہوتا ہے اس لیے ایک طرف تو خواتین کو یہ حکم دیا کہ اس مشقت کے باوجود اپنی زینت کو چھپانے کی انتہائی کوشش کریں اور اس کوشش کے باوجود بھی اگر ان کے چہرے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ کام کاج کے دوران کسی حرکت کی وجہ سے کھل جاتا ہے تو اس کی رخصت ہے جیسا کہ آیت ۳۱ میں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھر میں موجود نامحرم مردوں کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہ کو آوارہ اور کھلا نہ چھوڑیں بلکہ دبا کر رکھیں تا کہ خواتین کے چہرے وغیرہ کا ستر اگر کسی حرکت کی وجہ سے کھل بھی جائے تو اس پر نظر نہ پڑے اور اگر ایک آدھ دفعہ اتفاقا کوئی ایسی نگاہ پڑ بھی جائے تو فورا لوٹا لے جیسا کہ حضرت علیؓ وغیرہ کی احادیث میں آیا ہے یہ اس آیت اور اس کے مفہوم کی احادیث کا اُصل محل و مقام ہے۔

علاوہ ازیں کسی مسلم معاشرے میں غیر مسلم خواتین بھی ہوتی ہیں جو اپنے چہرے کو نہیں چھپاتیں' اسی طرح ایک مسلمان معاشرے میں کئی ایسے مقامات ہیں کہ جہاں عورت کو ضرورت کے تحت اپنا چہرہ یا بعض دوسرے اعضاء کھولنے پڑتے ہیں مثلا کسی ہسپتال میں ڈاکٹر کے سامنے یا کسی عدالت میں قاضی کے سامنے گواہی کے لیے' یا کسی جنگ کے دوران میدان جنگ میں۔

اسی طرح ایک باپردہ خاتون کو بیسیوں ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ جن میں اس کے چہرے یا بعض دوسرے اعضاء کا ستر بغیر کسی ارادے کے جسم کی کسی حرکت کی وجہ سے یا ہوا کی حرکت سے یا گود میں اٹھائے ہوئے بچے کو سنبھالتے ہوئے کھل جاتا ہے تو یہ تمام مقامات بھی 'غض بصر' اور اس مفہوم کی احادیث کے حکم میں شامل ہیں۔

حواشی

١) ماہنامہ اشراق، مئی ۱۹۹۲ء ص ٦٠۔
٢) چہرے کا پردہ، مرتبہ انجینئر نوید احمد، ص ٦٧، انجمن خدام القرآن، سندھ۔
٣) المستدرك على الصحيحين، امام حاکم، جلد١، ص ٤٥٤۔
٤) موطا امام مالك، امام مالك، كتاب الحج، باب وانما يعمل الرجل مادام حيا۔
٥) تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، جلد٦، ص ٢٧٠، فاران فاؤنڈیشن، لاہور۔
٦) الرد المفحم، علامه البانی، ص ٢٨۔
٧) الرد المفحم، علامه البانی، ص ٢٩۔
٨) تيسير المصطلح الحديث، ڈاکٹر محمود الطحان، ص ١١١، ١١٢۔
٩) تيسير المصطلح الحديث، ڈاکٹر محمود الطحان، ص ١٨٧۔
١٠) الرد المفحم، علامه البانی، ص ٢٩۔
١١) الرد المفحم، علامه البانی، ص ٢٦۔
١٢) تفسير طبری، امام طبری، سورة الاحزاب : ٥٩۔
١٣) تفسير طبری، امام طبری، سورة الاحزاب : ٥٩۔
١٤) تفسير كشاف، امام زمخشری، الاحزاب:٥٩۔

۱۵) تفسیر طبری' امام طبری' سورۃ الاحزاب:۵۹۔
۱٦) المستدرك علی الصحیحین' امام حاکم' جلد۲' ص ۳۹۷۔
۱۷) تفسیر بیضاوی' امام بیضاوی' جلد۲' ص ۹۸' مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی۔
۱۸) زاد المسیر' علامه ابن جوزی' جلد٦' ص ۳۱'۳۲۔
۱۹) روائع البیان فی احکام القرآن' علامه صابونی' جلد۲' ص ۱۵٦۔
۲۰) مختصر تفسیر ابن کثیر' علامه ابن کثیر' جلد۲' ص ٦۰۰' دار القرآن الکریم' بیروت۔
۲۱) التفسیر المظهری' قاضی ثناء الله پانی پتی' جلد٦' ص ٤۹۵' ٤۹٦' بلوچستان بك ڈپو' کوئٹه۔
۲۲)تفسیر سعدی' علامه عبدالرحمن بن ناصر السعدی' جلد۵' ص ٤۱۰' الریاض۔
۲۳) شیخ ابوبکر الجزائری' ص ۲۳٤' جده' سعودی عرب۔
۲٤) اضواء البیان' علامه شنقیطی' جلد٦' ص ۲۰۰۔
۲۵) البحر المحیط' علامه ابو حیان الاندلسی' جلد٦' ص ٤٤۷۔
۲٦) معانی القرآن' ابوزکریا الفراء' جلد۲' ص ۲٤۹ ' دار السرور۔
۲۷)فتح البیان' علامه نواب صدیق الحسن قنوجی' جلد۹' ص ۲۰۵۔
۲۸) تفسیر المراغی' امام احمد مصطفیٰ المراغی' جلد۱٦' ص ۹۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت۔
۲۹) تفسیر القرآن لکلام الرحمن' مولانا ثناء الله امرتسری' ص ٤٦۷' دارالسلام ریاض۔
۳۰) تفسیر ابن ابی حاتم' ابن ابی حاتم الرازی' جلد۳' ص ۲۵۷۵۔
۳۱) تفسیر ابن ابی حاتم' ابن ابی حاتم الرازی' جلد۳' ص ۲۵۷۵۔
۳۲) المحرر الوجیز' ابن عطیه الاندلسی' جلد۱۰' ص ٤۸۸' ٤۸۹۔
۳۳) روح المعانی' علامه آلوسی' جلد۱۸' ص ۱٤۱۔
۳٤) نظم الدرر' امام بقاعی' جلد۱۳' ص ۲۵۹۔
۳۵) تفسیر جلالین' امام جلال الدین سیوطی' امام جلال الدین محلی' ص ۳۵٤' تاج کمپنی لمیٹڈ۔
۳٦) التفسیر المنیر' الدکتور وهبه الزحیلی' جلد۱۸' ص ۲۱۷' دارالفکر دمشق۔
۳۷) البحر المدید' ابن عجیبه الحسنی' جلد۵' ص ٦۹' دار الکتب العلمیة' بیروت۔
۳۸) ترجمان القرآن' مولانا ابوالکلام آزاد' جلد۳' ص ۲۰'اسلامی اکادمی لاهور۔
۳۹) تذکیر القرآن' علامه وحید الدین خان' جلد۲' ص ۱۹۲' فضلی سنز کراچی۔
٤۰) معارف القرآن' مولانا ادریس کاندهلوی' جلد۵' ص ۱۱۸' مکتبه عثمانیه' جامعه اشرفیه لاهور۔
٤۱) الوجیز فی أصول الفقه' الدکتور عبد الکریم زیدان' ص۲۰۲و۲۰۳
٤۲) التفسیر المنیر' الدکتور وهبه الزحیلی' جلد۲۲' ص۱۱۰' دار الفکر دمشق